ماہنامہ
المرشد

فروری
2007ء

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

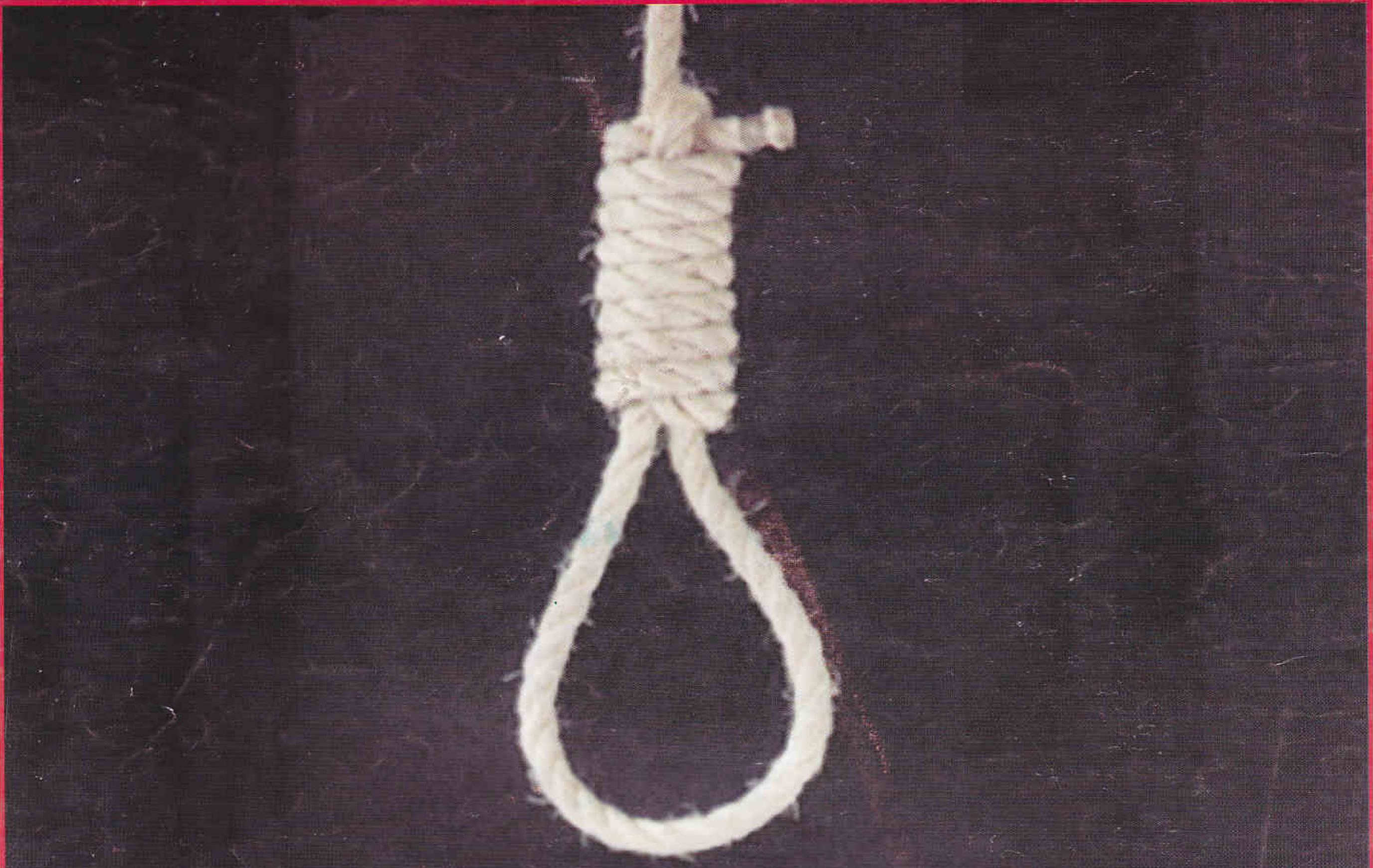

"جس شان سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے"

ماہنامہ
المرشد

بانی	حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
سرپرست	حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

فروری 2007ء ذوالحجہ / محرم الحرام

جلد نمبر 28 شمارہ نمبر 7

مدیر
چوہدری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر: ضمیر حیدر

سرکولیشن منیجر: رانا جاوید احمد

کمپیوٹرائزنگ انچارج

رانا شوکت حیات محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ، یورپ	35 سٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
کارنیٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

فہرست

اداریہ	محمد اسلم	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
ہدایات برائے سالکین	امیر محمد اکرم اعوان	6
اکرم التفاسیر	امیر محمد اکرم اعوان	13
سوال و جواب	امیر محمد اکرم اعوان	24
کربلا کا درس	امیر محمد اکرم اعوان	28
جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار	عرفان صدیقی	37
اضطراب (نظم)	عبدالرزاق اویسی	39
عوام و خواص	عبدالقادر حسن	40
حقوق العباد	ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی	42
مسلمانوں کی سائنسی خدمات	انتخاب،	44
غبار راہ (سلسلہ وار)	امیر محمد اکرم اعوان	48
The Method of Zikr	امیر محمد اکرم اعوان	56

انتخاب جدید پریس۔ لاہور 042-6314365 ناشر۔ پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المرشد اے۔ ٹی۔ ایم بلڈنگ نیل کو ٹھیاں سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2668819

0322-6043223
0346-5207282 موبائل Web Site:- www.zikr-e-ilahi.com E-Mail:info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور فون 042-5182727

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

عورت پر اسلام کا احسان

"اسلام نے حقوق نسواں کا علم اس دور میں بلند فرمایا جس دور میں عورت محض ایک کھلونا تھی جسے زندہ درگور کر دیا جاتا تھا جس کی عزت و ناموس سر بازار نیلام ہوتی تھی حتیٰ کہ بیویوں کو ملکیت سمجھا جاتا تھا اور مال کے ساتھ اولاد میں تقسیم بھی ہوتی تھیں۔ مشرق و مغرب ہر جگہ عورت تباہ حال تھی۔ اسلام نے اس کا حق نہ صرف مقرر فرمایا بلکہ معاشرے میں اسے مناسب مقام دلوایا اور حدود مقرر فرما دیں۔ تب اقوام عالم میں یہ رسوا تھی اور اب اقوام عالم میں عیاشی کا ذریعہ اور اشتہار کی زینت بنی ہوئی ہے۔ مشرق ہو یا مغرب سوائے اسلام کے کسی معاشرے میں عورت کا نہ حال ہے اور نہ مستقبل۔ عزت و ناموس نام کی کوئی شے اس کے پاس نہیں۔ اس کے باوجود اسلام کے تعدد ازدواج کو نشانہ بنایا جاتا تھا۔ پھر حیرت ہوتی ہے کہ ناموس رسالت پر حملے کیے جاتے ہیں اور اعتراض ہوتے ہیں۔ کفار سے تو گلہ نہیں خود مسلمان کی سمجھ میں بھی پتھر پڑ گئے۔ ایک صاحب جولندن سے چند دن کے لئے تشریف لائے تھے فرمانے لگے کہ ہمارے مولوی کو آپ ﷺ کی زندگی کا یہ پہلو بیان ہی نہیں کرنا چاہئے۔ سبحان اللہ انہیں یہ شعور نہیں کہ نبی معصوم ﷺ کی زندگی پاک کا یہ پہلو کس قدر روشن اور درخشندہ تھا کہ مشرکین مکہ اور یہود عرب بھی اس پر انگلی نہ اٹھا سکے۔ یہ حضور اکرم ﷺ کو اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں ذرا دیکھیں کہ آپ ﷺ نے پچیس برس کنوارے پن میں گزارے اور پھر حضرت خدیجہؓ سے نکاح ہوا جو عمر میں آپ ﷺ سے بڑی تھیں۔ پچیس برس حضور ﷺ کے ان کے ساتھ بسر ہوئے جو مثالی زندگی تھی جسے رب جلیل نے نبوت کی دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے باقی سارے نکاح پچاس سال کی عمر شریف کے بعد ہوئے جب عنفوان شباب گزر چکا تھا"۔

اداریہ

صدام حسین کی پھانسی کے اثرات!

عراق کے سابق صدر صدام حسین کی پھانسی کو کم وبیش ایک ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن ابھی تک یہ دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ کا اہم ترین موضوع بنا ہوا ہے۔ عراق پر اس وقت عملاً امریکا کا قبضہ ہے اور وہاں کی کٹھ پتلی حکومت امریکہ ہی کے اشاروں پر کام کر رہی ہے۔ صدام حسین مجرم تھا یا بے گناہ یہ بحث دم توڑ چکی ہے اور زمینی حقیقت یہ ہے کہ جس طریقے سے امریکہ نے صدام حسین کو پھانسی دلوائی ہے اس سے صدام حسین مظلوم بن کر اور ایک ہیرو بن کر ابھرا ہے۔

امریکہ کا صدام حسین کی پھانسی کی فلم بندی کرنے کا مقصد شاید یہ رہا ہو کہ مسلم دنیا کی توہین کے ساتھ ساتھ صدام حسین کی اس گھبراہٹ کو بھی نمایاں کیا جائے جو موت کو سامنے دیکھ کر طاری ہونا فطری بات ہے۔ لیکن اس کے برعکس ہوا یہ کہ دنیا نے صدام حسین کو انتہائی بہادری اور وقار کے ساتھ موت کا سامنا کرتے دیکھا' وہ سر اٹھا کر چلتے ہوئے پھانسی گھاٹ تک گئے اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے موت کو گلے لگا لیا۔ صدام حسین کی شجاعت اور استقامت سے امریکہ اور اُس کے حواریوں کے منہ پر زبردست طمانچہ پڑا ہے۔ صدام حسین کی پھانسی کو تاریخ میں ناخوشگوار واقعہ کے طور پر ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اور لوگ یہ بھی نہیں بھولیں گے کہ ایک طاقتور ملک نے دوسرے ملک پر قبضہ کر کے اُس کے ہزاروں شہریوں کو قتل اور اُس کے صدر کو پھانسی پر چڑھا دیا۔

آج اسی امریکہ کے ہاتھوں فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے' افغانستان میں آگ لگی ہوئی ہے' لبنان بربریت کا شکار ہے' صومالیہ جل رہا ہے اور کشمیر کے مسئلہ پر امریکہ ہمارے ہمسایہ ملک انڈیا کا مسلسل حوصلہ بڑھا رہا ہے۔ یہ بربریت اور ظلم ہرگز امریکہ کے مفاد میں نہیں ہے۔ امریکہ اگر مسلم دنیا کی نفرت اور غم و غصے سے بچنا چاہتا ہے تو اُسے طاقت کی زبان ترک کر کے مسائل کے حقیقی حل کی طرف توجہ دینا ہوگی۔ اسی سے دنیا میں امن اور بھائی چارے کی فضا قائم ہوگی اور دنیا بھر میں لوگ سکون کی زندگی بسر کر سکیں گے۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

نشانِ منزل — گردِ سفر

کونسی ایسی بات ہوئی ہے — سوچ سمندر

متاعِ فقیر — آس جزیرہ — دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

"میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہیے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں' اس کی مجھے خبر نہیں' اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سکھایا گم' سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیضِ نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔"

غزل

تجھ سے ملنے کی اُمیدیں شاید ہم دیوانے ہیں
پھول بچھڑ کر چمن سے اپنے کب دوبارہ ملتا ہے
ہجر کا حاصل مرجھانا اور بکھر بکھر مٹ جانا ہے
بکھرے پھول کو دیکھا تم نے کب دوبارہ کھلتا ہے
کس کو فرصت ہے یہ سوچے پھول کہاں سے آتا ہے
سو کلیاں ہنستی ہیں تو کہیں اک پھول چمن میں کھلتا ہے
بلبل عاشق ہے پھولوں کی رو رو جان گنواتی ہے
اک درد بھرے نغمے کے سوا بلبل کو بھلا کیا ملتا ہے
یہ چاک نہیں ہے دامن کا جو تار رفو سے سل جائے
یہ چاک جگر ہے اے لوگو یہ چاک تو مشکل سلتا ہے
اے کاش ابنائے دنیا کو یہ بات کوئی سمجھا سکتا
دنیا کے مراتب سے بہتر جو رتبہ مر کر ملتا ہے
انسان نے عشق و محبت کا مفہوم ہی آج بدل ڈالا
مجنوں بھی شہر میں ملتا ہے اور حرص کا مارا ملتا ہے
انسان کی ہستی اے سیماب بجز اس کے اب کیا کہیئے
ایک عکس ہے جو بھرے ہوئے دریا کے پانی میں ہلتا ہے

اقوالِ شیخ

☆......میں کہتا ہوں کہ ساری زندگی کسی کو الہام والقا نصیب نہ ہو ساری زندگی کسی کو کشف ومشاہدہ نصیب نہ ہو، لیکن مرتے دم تک اس کی طلب میں تڑپتے رہنا بہت بڑی بات ہے۔ ہم بے مایہ سہی، ہم خطار کار سہی، ہم جاہل سہی، ہم بدکار سہی، لیکن ہم اس بات کے طالب تو ہیں اس میں عمر تو لگا سکتے ہیں کہ اللہ کی طلب کبھی کسی لمحے میرے دل میں بھی آجائے اس کے لئے ہر حرام سے بچنے کی کوشش کی جائے اس کے لئے ہر حلال کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اس کے لئے ہر آن اطاعت کی کوشش کی جائے اسکے لئے ہر آن نافرمانی سے بچنے کی کوشش کی جائے۔

☆......یہ بہت بڑی نعمت ہے اللہ نے آپ کو یہ طلب اور جستجو جو دی ہے اللہ اس درد کو قائم رکھے یہ وہ درد ہے جس کے مریض اس کا خاتمہ نہیں چاہتے بلکہ اس درد میں اپنا خاتمہ چاہتے ہیں یہ وہ بیماری ہے جس کے مریض اس سے شفا نہیں چاہتے اس میں اپنی فنا چاہتے ہیں کہنے والوں کو کہنے دو ان کی طرف توجہ دے کر اپنا وقت ضائع کرو گے ان سے الجھ کر اپنے وقت برباد کرو گے، جتنی دیر انہیں جواب دینا ہے اتنی دیر ادھر توجہ دو آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔

☆......رب جلیل نے ایمان کا ثمرہ اس دنیا میں بندے کا اللہ کے ساتھ تعلق کو قرار دیا ہے ہمارے پاس کسی نیکی کی کوئی رسید نہیں ہے ہمارے پاس کسی عمل کی مقبولیت کی کوئی سند نہیں ہے ہاں خطا اور گناہ کی سند موجود ہے اگر ایسا کرو گے تو یہ جرم ہے یہ خطا ہے یہ گناہ ہے۔ نیکی کا حکم بھی موجود ہے۔ لیکن اس حکم کے ساتھ خلوص اور کرنے کا طریقہ ارادہ نیت وہ ساری شرائط قبولیت کی ہیں۔ نیکی تب ہی نیکی قرار پائی جاتی ہے جب وہ قبول ہو جائے اور قبولیت کی ہمارے پاس کوئی سند نہیں ہے یہ ایک ایسا عجیب انداز ہے کہ گناہ کا انسان کو یقین ہو سکتا ہے، نیکی وہ کر تو سکتا ہے لیکن اسے یہ خبر نہیں ہو سکتی کہ نیکی ہے بھی یا محض ہم نیکی سمجھ کر کرتے ہیں دراصل وہ خطا ہوتی ہے یا ریا ہوتی ہے لیکن تمام نیکیوں سے جو حاصل ہوتا ہے اور وہ ہمارے سامنے قرآن حکیم نے بیان کر دیا ہے اور وہ ہے بندے کے ساتھ اس کے مالک کا تعلق ہے اور بندے کا تعلق اپنے رب کے ساتھ اگر وہ تعلق موجود ہے تو وہ کامیاب ہے۔ اب ہر شخص اپنے دل کا حال جانتا ہے، اپنے دل کی کیفیت جانتا ہے اپنے دل پر بننے والے حالات سے واقف ہے۔

واحد غائب سے شروع کرتے ہیں اور متکلم پہ ختم کرتے ہیں تو یہ کیوں ہے؟ جواب تو اس کا بڑا آسان سا تھا کہ قرآن حکیم میں سورۃ فاتحہ میں موجود ہے کہ ہم غائب سے شروع کرتے ہیں اور جمع متکلم پہ آ جاتے ہیں۔ الحمد للہ رب العلمین۔ الرحمن الرحیم ملک یوم الدین۔ آگے جمع متکلم آ جاتا ہے۔ ایاک نعبد۔ واحد متکلم بھی نہیں ایک ہی دم جمع متکلم آ جاتا ہے۔ لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب نہیں دیا تھا انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے مشائخ سے اس طرح حاصل کیا اس طرح سنا ہم آگے اس طرح سکھا رہے ہیں' بات ختم' شاید حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تو اس کے علاوہ بھی بہت سے جواب ہوتے وہ متبحر عالم تھے' صرف ونحو پہ عبور تھا' منطق پہ عبور تھا' وسیع المطالعہ تھے' یادداشت بہترین تھی تو متعدد جوابات حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہوں گے لیکن جو جواب انہوں نے دیا وہ یہ تھا کہ ہم نے مشائخ سے اسی طرح حاصل کیا اسی طرح سنا اسی طرح سیکھا اور اسی طرح ہم آگے سکھا رہے ہیں۔

تو یہ ذمہ داری ہوتی ہے خصوصاً جب کوئی ذکر کرا رہا ہوتا ہے تو وہ امین ہے جو اس نے سیکھا ہے وہ آگے سکھائے' میں اس دفعہ اس لئے یہ ساری تسبیحات پڑھتا ہوں میں پہلے نہیں پڑھا کرتا تھا کہ آپ لوگ یاد کرلیں اور پھر اس سے باہر نہ جائیں تو اس معاملے میں احتیاط لازم ہے پھر جسے ذکر کرانے کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے اس کے لئے آزمائش بن جاتی ہے وہ چوہدری نہیں بن جاتا۔ میں نے یہاں دارالعرفان میں بھی دیکھا جس کی ڈیوٹی لگی ذکر کروانے پر وہ کسی سے ٹانگیں دبوا رہا ہے بلکہ میں نے یہاں تک دیکھا ہے کہ وضو کوئی کرا رہا ہے کوئی پانی ڈال رہا ہے کوئی پاؤں دھو رہا ہے تو بڑی مشکل سے یہ چیزیں روکیں۔ اب مجھے نہیں پتہ کہ رک گئی ہیں یا اب بھی چل رہی ہیں۔ بہر حال روکنے کی کوشش کی اور کرتا رہتا ہوں۔ وہ کوئی مافوق الفطرت آدمی نہیں بن جاتا جسے کہا گیا ہے کہ تم ذکر کرا دو تو وہ کوئی بہت بڑا فرشتہ بن گیا ایسی بات نہیں ہے ایک خدمت ہے ایک ڈیوٹی ہے اگر اللہ نے کسی کی لگا دی تو اس پہ بہت ساری ذمہ داری پڑ جاتی ہے۔ پھر آگے جتنے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اس میں بڑی بڑی نزاکتیں ہوتی ہیں۔ بعض اوقات میری تلخی یا میری بدسلوکی سے کوئی بندہ ذکر ہی چھوڑ جائے گا تو جواب دہی تو میری ہوگی کہ تم کون ہوتے ہو تم نے کیوں اس سے ایسا سلوک کیا کہ اس نے اللہ اللہ کرنا چھوڑ دیا تو اس میں بڑائی نہیں اس میں نزاکت آ جاتی ہے اور اس بندے کو زیادہ ڈرنا چاہئے اور ذمہ داری کو محسوس کرنا چاہئے اور اپنی بہترین کوشش کرنی چاہئے اور یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ لوگ تو بری الذمہ ہو جائیں گے یہ تو سیکھنے والے ہیں' مجھ پر ذمہ داری ہے۔

مشاہدات اس میں ہو جاتے ہیں لوگ اللہ اللہ بھی کرتے ہیں ذکر بھی کرتے ہیں' مراقبے بھی کرتے ہیں لیکن اللہ پر اعتبار کرنے کو ان کا دل نہیں چاہتا۔ اگلے دن یہی سوال پوچھا گیا تھا کہ "موتو اقبل انت موتوا۔ کیا ہے لیکن پوچھتے رہتے ہیں' اس طرف آتا کوئی نہیں۔ کسی کو مشاہدات ہوتے ہیں یا یہ بھی نہیں پتہ ہوتے بھی ہیں یا جو اس کے ذہن میں آتا ہے وہ اپنے خیالات بکتا رہتا ہے لیکن سارے اس کے گرد ہوئے رہیں گے کہ جی میرا فلاں بچہ بیمار تھا اس کے بارے مراقبہ کرو۔ میری گائے دودھ نہیں دیتی اس کے بارے مراقبہ کرو۔ پتہ نہیں کیوں اس سے تو اچھا ہے کہ آپ کسی نجومی کے پاس جاؤ۔ ان کے پاس جائیں اور وہاں سے حساب کتاب کرائیں ۔ اگر تو معاملہ اللہ کے سپرد ہے پھر تو سیدھی سیدھی بات ہے کہ بیمار کا علاج کریں اس کے لئے دعا کرائیں۔ اجتماعی دعا کرائیں خود کریں یہ بھی شرعی طریقہ ہے لیکن یہ تو نہیں کہ بندے کو پکڑ کر بیٹھ جائیں تمہیں کشف ہوتا ہے پتہ نہیں اسے ہوتا بھی ہے کہ نہیں اور یہ کونسا

کشف ہے جو لوگوں کے معاملات میں دخل اندازی کر رہا ہے۔ کشف یا مشاہدہ ہوتا ہے تو اُسے اپنے مراقبات کا ہونا چاہیے اپنے معاملات کا ہونا چاہیے اپنے حالات کا ہونا چاہیے اور صاحب کشف کو تو اور زیادہ اصلاح احوال کا حامل ہونا چاہیے کہ اُسے تو کشف بھی ہے اُس کے سارے کام اچھے ہوں اور عجیب بات ہے جن کے گرد لوگ جمع رہتے ہیں اُن کے اپنے کام سیدھے نہیں ہوتے۔ انہیں اپنے کاموں کا کشف نہیں ہوتا لوگوں کا کشف ہوتا ہے اپنا کاروبار کرتا ہے تو اُس میں خسارہ ہوتا ہے اپنا کوئی اور دنیوی کام کرتے ہیں تو اُس میں نقصان ہوتا ہے۔ اُدھر کشف نہیں ہوتا لوگوں کے معاملات میں کشف ہوتا ہے اور لوگ بھی ایسے ہیں کہ رات دن اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں اللہ پر اعتبار نہیں کرتے' یہ نہیں مانتے کہ اللہ بہتر کرے گا۔ یا ہم دعا کریں کہ یا اللہ اس معاملے میں میری مدد فرمایا مشکل ہے میں کمزور ہوں مجھ پر آسانی فرما۔ اس طرف نہیں آتے۔

تم کشف کر کے دیکھو' کشف والا تمہارا کیا ٹھیک کر دے گا!

صوفیاء کے نزدیک کشف کی حیثیت یہ ہے کہ کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں اللہ کریم اُس پہ قائم رکھنا چاہتا ہے لیکن اُن میں اتنی ہمت نہیں ہوتی تو اُنہیں کشف و مشاہدہ ایک مدد کے طور پر دے دیتا ہے کہ اس سے بہلتے رہیں اور اس پہ قائم رہیں یہ اُس کی عطا ہوتی ہے۔ تلعب بها اطفال الطریقه۔ تصوف میں جن کے مزاج بچوں کی طرح ہوتے ہیں' جو کمزور مزاج لوگ ہوتے ہیں انہیں کھلونے کے طور پر دے دیا جاتا ہے کہ یہ اس دھیان لگے رہیں اور چھوڑے نہیں۔

پھر کشف کا عالم یہ ہوتا ہے کہ وہ جو چاہے کس کو بتا دے نہ چاہے تو کچھ نہیں بتاتا۔ ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ مجھے اللہ پاک دکھا دے کیسے زندہ ہوں گے۔ فرمایا چار پرندے پال لو ہلا لو پہچان لو پھر اُن کا گوشت مکس کر کے دور دور پھینک آؤ پھر انہیں پکارو۔ دیکھو وہ زندہ ہو کر کیسے آتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

وکذلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے سامنے زمین و آسمان کی سلطنتیں کھول کر رکھ دیں دکھا دیا سب کچھ۔ لیکن جب ذبح اسمٰعیل علیہ السلام کی باری آئی تو کچھ نہیں بتایا کہ اسمٰعیل علیہ السلام ذبح نہیں ہوں گے یہاں کشف کیوں نہیں ہوا۔ ارض و سماء کی سلطنتیں دکھا دیں مردے کیسے زندہ ہوں گے دکھا دیا لیکن جب اسمٰعیل علیہ السلام کی ذبح کی باری آئی اور ذبح ہو گئے انہوں نے اپنی طرف سے اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کر دیا اللہ کریم نے اُن کی جگہ دنبہ رکھ دیا جب آنکھ کھولی تو دیکھا اسمٰعیل علیہ السلام کھڑے مسکرا رہے ہیں تو گھبرا گئے کہ یہ تو میرا خیال ہے جو میں نے کیا تھا وہ نہیں ہوا میری قربانی تو نہیں ہوئی۔ فوراً وحی الٰہی آئی۔

قد صدقت الرویا۔ تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا یہ تو میرا کام تھا میں نے اسمٰعیل علیہ السلام کو بچا لیا۔ لیکن آپ علیہ السلام نہ گھبرائیں۔ آپ علیہ السلام کو جو حکم ملا تھا اُس پر عمل کر دیا آپ علیہ السلام کی طرف سے ہو گیا۔ تو یہاں تو انہیں سمجھ نہیں آئی کہ اسمٰعیل علیہ السلام بچ جائیں گے اور دنبہ ذبح ہو جائے گا تو یہ معاملہ بڑا نازک ہوتا ہے۔

اب دوسرے کا معاملہ دوسرے کو بتائے کیوں اور اگر اللہ اس طرح بتانے لگتا تو شاید بندے ایک دوسرے کو ملنے کے قابل نہ رہتے یہ اللہ کریم کے حوصلے ہیں کہ جو خطائیں جو گناہ جو برائیاں ہم سے ہوتی ہیں اُن پر پردہ ڈالے رہتا ہے۔ بندہ بندے کے سامنے ننگا ہو جائے تو پھر وہ اس قابل نہیں رہتا کہ اُس سے بات بھی کرے۔ ہم سب پر ایک دوسرے کا کردار واضح ہو جائے تو یہاں کوئی بھی مل کر نہ بیٹھے۔

یہ اُس کا کام ہے۔ وہ ستار العیوب ہے غلطیاں ہوتی ہیں کوتاہیاں ہوتی ہیں پتہ نہیں ہم سوچتے کیا ہیں' پتہ نہیں ہمارا کردار کیا ہے وہ ہر ایک کو ڈھانپ کر رکھتا ہے ہر ایک کا معاملہ اپنے ساتھ رکھتا ہے دوسرے کو نہیں بتاتا تو پھر کسی کو کشف ہوتا ہے تو اُس کو دوسرے کے معاملے اللہ کیوں بتائے گا! یہ میری سمجھ میں نہیں آتی کیا ضرورت ہے اسے کہ وہ دوسرے کے معاملات اُس کو بتائے۔ وہ تو ستار العیوب ہے۔ ہر اک کا معاملہ اس کے اپنے ساتھ ہے اور پھر اس ساری محنت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ پہ اعتبار آ جائے اگر وہی نہیں آیا تو کیا خاک مراقبے ہیں اور خاک ذکر ہے جائز وسائل اختیار کرنا ضروری ہے بیمار ہے اُس کے لئے دوا کرو اُس کا علاج کراؤ اُس کو ڈاکٹر کے پاس لیکر جاؤ۔ ٹھیک ہے شرعاً ثابت ہے اُس کے لئے جائز ہے اگر کسی کو توفیق ہے تو کوئی قرآن کریم سے پڑھ کر دم کرتا ہے جائز ہے شرعی حدود کے اندر ہے یا کوئی نقش دیتا ہے تو وہ جائز ہے یہ نہیں کہ عاملوں کے پاس چلے جاؤ جو غلط ملط کفریات پڑھتے بکتے ہیں اور بڑے مزے کی بات ہے کہ بہت سے لوگ ان کے پاس جاتے بھی ہیں پھر آتے ہیں وہ جی وہاں بھی گئے وہاں بھی گئے' وہاں بھی گئے تو کچھ نہیں ہوا۔ بھئی وہاں بھی وہاں بھی کیا لینے گئے! تو بنیادی بات اس سب کا حاصل یہ ہے کہ سارے کا سارا تصوف یہ ہے کہ اللہ پر اعتماد بحال ہو جائے۔ بندہ اپنے معاملات اپنے رب سے ڈسکس کرے اپنے رب سے لڑے بجز سے دعا مانگے اور چیخ کر مانگے۔ رو کر مانگے گڑ گڑا کر مانگے یا لڑ کے مانگے وہ جانے اُس کا رب جانے۔ لیکن الف ب ج کو درمیان میں لانا یہ کوئی بات نہیں ہے۔

کچھ لوگوں کو جنت کی بڑی فکر ہے چونکہ لوگوں نے دنیا ہی دیکھی ہے اُسے دنیا پر ہی قیاس کرتے ہیں۔

جنت کے فضائل قرآن کریم میں موجود ہیں۔ حدیث شریف میں موجود ہیں بے پناہ فضائل ہیں اور ایک ہی بات جو ہے وہ سمجھنے کی یہ ہے کہ ہم دنیا میں رہ کر ہمارا علم ہمارا تجربہ جنت کو سمجھ نہیں سکتا۔ ہمارا سارا ناپ دنیا ہی کی حد تک محدود ہے جنت کی نعمتیں ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں جب وہاں دیکھیں گے تو سمجھ آئے گی لیکن یہ یاد رکھیں کہ جنت کی حیثیت یہ ہے کہ وہ ایک خاص سٹیٹس کے لوگوں کی رہائش گاہ ہے۔ جسے وہ سٹیٹس اللہ دے گا۔ اسے وہاں کی رہائش بھی مل جائے گی۔

کچھ لوگوں کا یہ سوال ہے کہ جنت میں بھی یہی بیویاں ہوں گی شاید یہاں بیچارے تھک چکے ہیں لڑ جھگڑ کے تو بظاہر تو عورت ہمارے معاشرے میں مغلوب ہے لیکن جب بیوی بن جاتی ہے تو کم از کم شوہر پر تو حاکم ہوتی ہے ننانوے فیصد تو یہ تجربہ ہے کہ مظلوم بھی عورت ہوتی ہے اور حکومت بھی عورت ہی کرتی ہے اور جتنے مظالم عورتوں پر معاشرے میں ہوتے ہیں ان کا بھی ننانوے فیصد عورتوں کی طرف سے ہوتا ہے یا ساس کی طرف سے بہو پر ہوں گے یا بہو کی طرف سے ساس پر ہوں گے یا نند کی طرف سے بھابھی پر ہوں گے یا بھابھی کی طرف سے نند پر ہوں گے اُس کے پیچھے بھی عورت ہوتی ہے۔ مرد کو بطور ہتھیار استعمال کرتی ہے تو کچھ ساتھی تھکے ہوئے ہیں شاید معاملات دنیا کے تو ایک سوال یہ بھی ہے کہ وہاں بھی یہی بیویاں ملیں گی یہی حشر ہوگا' وہاں پھر مار پڑے گی؟ کچھ بیویاں شوہروں سے تنگی ہوتی ہیں اُن کا خیال ہے کہ پھر یہی بدھو گلے پڑ جائیں گے تو وہاں کیا کریں گے۔ لیکن جنت جو ہے وہ اچھے لوگوں کی رہائش گاہ ہے اور جنت میں داخلے کے وقت دنیوی مزاج بدل جائیں گے' دنیوی عمریں بدل جائیں گی' دنیوی صورتیں بدل جائیں گی ہر جنتی جوان ہوگا مرد ہو یا عورت ہر جنتی انتہائی خوبصورت ہوگا وہ مرد ہو یا عورت' ہر جنتی کا دل صاف ہو جائے گا ہر طرح کے عیوب سے اور ہر جنتی نہایت محبت کرنے والا نہایت پاک طینت نہایت پاک خو ہوگا

تو جنت میں جن کو کبھی جوڑا بننا پڑے گا یا جو بھی اکٹھے ہوں گے وہ دنیا میں اکٹھے تھے یا بعض یہ ہوگا کہ خاوند کفر کی موت مرا اور بیوی ایمان پر مری۔ بعض دفعہ بیوی کفر کی موت مری' خاوند ایمان پر مرا تو الگ ہو گئے تو سب کو اللہ کریم بنا دے گا جوڑا جوڑا لیکن وہ کسی کو وہاں پہ کوئی اعتراض نہیں ہوگا وہاں مزاج بدل جائیں گے صورتیں خوبصورت ہو جائیں گی عمر ہمیشہ جوان رہے گی ساری نعمتیں میسر ہوں گی۔ بعض کو یہ فکر ہے کہ جی ایک کے مراقبات زیادہ ہیں دوسرے کے کم ہیں تو اللہ بڑا کریم ہے میاں کے زیادہ ہوئے تو بیوی کو اس کے ساتھ پہنچا دے گا بیوی کے زیادہ ہوئے تو میاں کو اس کے ساتھ پہنچا دے گا۔ ایسی کیا بات ہے اس پر کیا کمی ہے۔ بعض بیویاں محنت کرتی ہیں اور میاں بدھو ہیں۔ وہ اپنا اللہ اللہ نہیں کرتے بعض میاں بڑی محنت کرتے ہیں اور بیویاں روکنے میں لگی رہتی ہیں کہ یہ کیا نیا تماشا لگا رکھا ہے۔ لیکن نجات کے بعد معاملہ مختلف ہوگا۔ وہ عالم الگ ہے۔ وہاں کی باتیں الگ ہیں۔ یہاں بیٹھ کر وہاں پہنچنے کی فکر کریں وہاں پہنچ کر کیا ہوگا' جو ہوگا سب اچھا ہوگا۔ جنت کی زندگی میں کسی کو مرد ہو یا عورت کوئی دکھ نہیں ہوگا کوئی افسوس نہیں ہوگا کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ ہر ایک اسی بات پہ راضی ہوگا کہ مجھے جو کچھ ملا ہے میری منشا سے زیادہ ہے۔ رہا سوال دنیا کے معاشرے کا تو دنیا میں شریعت نے حدود متعین فرما دی ہیں مرد اور عورت دونوں انسان ہیں دونوں کی وراثت کی حدود متعین کر دیں دونوں کا دائرہ کار متعین کر دیا تو بظاہر ہمارے معاشرے میں عورت مظلوم ہے اور زیادہ مظلوم وہ ہیں جو بہت ہائی سوسائٹی میں رہتی ہیں اور جو لباس بھی آدھا پہنتی ہیں اور جن کا سینکڑوں روپے روزانہ میک اپ پہ خرچ ہوتا ہے اور جن کے کھانے مرد پکاتے ہیں' ہانڈیاں مرد بناتے ہیں' باورچی سارے مرد ہیں مظلوم عورتیں ہیں پکا پکایا کھا کر وہ اپنے مظلوم ہونے کی دہائی دینے میدان میں نکل جاتی ہیں۔ یہاں ہمارے گھروں میں جو ہیں یہ تو ہمارے ساتھ مل کر مزدوری کرتی ہیں کھیتوں پہ چارا کاٹتی ہیں جانوروں کا گوبر وغیرہ ڈالتی ہیں' گائے بھینسوں کا دودھ وغیرہ نکالتی ہیں' ہمارے لئے کھانا بناتی ہیں' بچوں کی خدمت کرتی ہیں اور خوش ہیں۔ خوش بھی رہتی ہیں اور اس پہ اللہ کا شکر بھی ادا کرتی ہیں یہ تو مظلوم نہیں ہیں وہ جو بھی کتنیاں پھرتی ہیں کچھے پہن کر بھاگتی پھرتی ہے' گاڑیاں بھگائے پھرتی ہیں وہ مظلوم ہیں ہمارے معاشرے میں۔ تو وہ دہائی دیتی رہتی ہیں روز کھپ مچی ہوئی ہوتی ہے کہ عورتوں پر بڑا ظلم ہو گیا ایک بات یہ بھی ہے کہ ہمارے معاشرے میں قربانی کے لئے ہمیشہ ہم خواتین ہی سے توقع رکھتے ہیں۔ بچیوں سے توقع رکھتے ہیں بیٹی قربانی دے گی۔ جو ہم نے کہہ دیا وہ کرے گی' نہیں' ہر ایک کے حق کا لحاظ رکھا جانا چاہئے' ہر ایک کی حدود و قیود مقرر ہیں۔ حضور ﷺ کے زمانے میں خواتین نے تجارت بھی کی' خواتین نے فن حرب وضرب بھی سیکھا' لڑائی میں حصہ بھی لیا' حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ غزوات میں خواتین نے مرہم پٹی کی پانی پلایا مجاہدوں کو۔ جنہوں نے فن حرب وضرب سیکھا تھا' تلواروں سے بھی داد شجاعت دی۔ تو اپنی حد میں رہتے ہوئے عورت ملازمت بھی کر سکتی ہے' عورت کاروبار بھی کر سکتی ہے اس کے اپنے حقوق ہیں۔ زمین میں بھی اس کا باپ کی وراثت میں حق ہے مال میں بھی اس کا حق ہے۔ جو حق اللہ نے متعین کیا ہے وہ اسے دیئے جانے چاہئیں۔ تو ہمارے ہاں یہ بڑا عجیب رواج ہے کہ جب قربانی کے لئے ہمیں جانور تلاش کرنا پڑتا ہے تو ہم عموماً دنبہ تلاش کرتے ہیں بھیڑ کی قربانی پسند نہیں کرتے' بکرا تلاش کرتے ہیں' بکری نہیں کرنا چاہتے' نر تلاش کرتے ہیں قربانی کے لئے۔ جب معاشرے میں قربانی کی باری آتی ہے تو مرد جان بچا جاتا ہے' عورتیں قربان ہوتی ہیں۔ یہ عجیب معاملہ ہے وہاں تو ہمیں

نذر کر جانا چاہیے اور یہاں بیٹی سے یا بیوی سے یا بہو سے یا بچیوں سے توقع رکھتے ہیں کہ یہی قربانی دیتی چلی جائیں گی۔ کچھ قربانی مردوں کو بھی دینی چاہئے! یہ کوئی قربانی نہیں ہے کہ بچی کے شرعی حقوق سلب کر لئے جائیں اُسے نہ دیئے جائیں اور کہا جائے جی یہ قربانی دے گی۔ جب آپ دے ہی نہیں رہے تو اس نے قربان ہی ہونا ہے کیا کرنا ہے۔ ہم دینا نہیں چاہتے وراثت میں سے حق نہیں دینا چاہتے مال میں سے حق نہیں دینا چاہتے اُسے بات کرنے کا حق نہیں دینا چاہتے۔ حالانکہ سیدنا فاروق اعظمؓ جیسے عظیم حکمران کا دامن پکڑ کر عورتیں کھڑا کر لیتی تھیں بازار میں کہ ہمارے ساتھ یہ ناانصافی ہوئی اس کا آپؓ جواب دیں تو مرد ہو یا عورت انسان ہیں اور اُن کے اپنے حقوق جو شرعی ہیں وہ ہر ایک کو حاصل ہونے چاہیں۔

ہمارے ہاں ایک بہت بڑا رواج یہ ہے کہ شادیوں کا فیصلہ تو آسمانوں پر ہوتا ہے وہ ہر کارڈ پہ بھی لکھا ہوتا ہے۔

"Celebrated on the Earth" یہ پتہ نہیں عیسائیوں نے شوشہ چھوڑا ہے اور وہ ہم سارا لکھتے ہیں۔ اگر فیصلہ آسمان پر ہو گیا تو آپ نکاح کیوں کرتے ہیں؟ بچی سے اجازت کیوں لیتے ہیں؟ بچے کو قبول کیوں کرواتے ہیں؟ وہ تو آسمان پر ہو گیا پھر آپ کو تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے! بچی کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی پسند سے شادی کرنا چاہتی ہے تو کرے نہیں کرنا چاہتی تو آرام سے بتا دے کسی کو حق نہیں ہے کہ اس کی زبردستی شادی کرے۔ نہ والد کو نہ بھائی کو نہ دوسروں کو۔ اس طرح بچے کو حق ہے کہ اپنی مرضی سے شادی کرے اور وہ چاہے میں یہاں نہیں کرتا تو وہ کہہ دے میں نہیں کرتا کسی کو حق نہیں ہے کہ اُسے مجبور کرے۔ یہ کوئی آسمانوں پہ طے نہیں ہوتا وہ خود طے کرتے ہیں۔ انہیں اللہ نے حق دیا ہے یہ الگ بات ہے کہ کوئی بچی بچہ والدین پہ اعتماد کرے کہ جی آپ جو مرضی کر دیں۔ یہ بھی اُس کی پسند ہے یہ بھی اس کا فیصلہ ہے۔ آپ اُس پر مسلط نہیں کر سکتے۔ یہ بھی اُس کا فیصلہ ہے کہ اولاد والدین سے کہہ دے کہ آپ میرے لئے بہتر سوچیں گے آپ کریں ورنہ والدین کو مشورہ کرنا چاہئے اُسے بتانا سمجھانا چاہئے کہ میں تمہارے لئے یہ کرنا چاہتا ہوں اُس میں میری نظر میں یہ بہتری ہے۔ بیٹا ہو یا بیٹی ہو اُس سے پوچھا جائے کہ تم اس میں کیا بہتری سمجھتی ہو۔ کیا یہ درست ہے یا نہیں ہے۔ یہ فیصلے مسلط نہ کئے جائیں اور یہ نہ کہہ دیا جائے کہ فیصلہ تو خود کیا اور کہا یہ آسمانوں پر ہوا تھا۔ آپ کب آسمانوں پر بیٹھے تھے فیصلے کرنے۔ تو فیصلے کا زندگی گزارنے کا، زندگی کا ساتھی چننے کا اللہ نے حق دیا ہے اور یہ اولاد کو دیا جانا چاہئے۔ یہاں تانا بانا شروع ہو جاتا ہے بیوی کہتی ہے میرے میکے میں رشتہ ہو میری بیٹی کا، میاں کہتا ہے میرے میکے میں ہو۔ کیا تماشا ہے بھئی! زندگی کسی کی ہے کھیل کوئی اُس سے رہا ہے۔ اُس کی اپنی زندگی اگر وہ غلط فیصلہ کرتا ہے تو بھگتے گا ٹھیک کرتا ہے تو اچھی بات ہے۔ مشورہ دیں سمجھائیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ بچہ یا بچی غلط فیصلہ کر رہا ہے تو اُسے سمجھائیں مشورہ دیں اُسے بتائیں کہ اُس میں یہ نیک و بد ہے اُس میں یہ اچھائی بُرائی ہے۔ یہ بندہ اس کا کردار نہیں ٹھیک یا اس کا عقیدہ نہیں صحیح یا اس کا عمل یہ ہے یا دنیا بھی دیکھنی چاہئے دین پہلے دیکھنا چاہیے کہ دینی اعتبار سے یہ کیسا ہے اس کے بعد دنیوی معاملات دیکھنے چاہیں کہ اس کا کاروبار کوئی روزی کا ذریعہ کوئی کام کرنے والا کوئی رزق پیدا کرنے والا ہے یا خود بھی بھوکوں مرے گا اور ساتھ اسے بھی بھوکا مارے گا یہ ساری چیزیں دیکھ کر فیصلہ کرنا چاہئے۔

ایک اور رواج ہو گیا ہے مجھے بھی بے شمار میل آتی ہے جی وہ استخارہ کر کے بتائیں کہ ہم شادی کریں کہ نہ کریں۔ بھئی اس میں استخارہ کہاں سے آ گیا۔ اللہ کریم نے ایک طریقہ نبی کریم ﷺ نے ایک طریقہ دیا

اللہ کا حکم ہے نبی کریم ﷺ کی سنت ہے اور سادہ سا طریقہ ہے کہ دین دیکھو پہلے اولیت دین کو دو کہ بندہ دینی اعتبار سے کیسا ہے پھر اس کی دنیا دیکھو کہ دنیوی معاملات میں کیسا ہے اچھا لگے تو کر لو۔ یہ تو اللہ پہ بھروسہ کر کے کیا جاتا ہے۔ اب اس میں استخارہ کہاں سے آ گیا تو اب وہ چونکہ لوگوں کو گمراہ کرنے کا حیلہ ہے ٹی وی والوں نے بھی کیا ہوا ہے۔ ایک مولانا صاحب بنا ہوا اپنا کسی شکل میں پیچھے کے نیچے ہوتے ہیں لوگ اس وقت بات کرتے ہیں وہ اسی وقت استخارے کا جواب دیتے رہتے ہیں پتہ نہیں کرتے کب ہیں پہلے سے لکھ کر رکھے ہوتے ہیں یا کیا۔ وہ ٹیلی فون پہ سوال کرتے ہیں وہ ٹی۔ وی پہ جواب دے دیتے ہیں کہ تمہارا یہ استخارہ ہے۔ یہ پتہ نہیں کہاں سے آ گیا۔ تو یہ ساری فضولیات بکواسات ہیں اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

یہ دنیوی معاملات اپنی سوجھ بوجھ سے دیکھ کر کرنے کا آدمی مکلف ہے۔ استخارہ مسنون ہے لیکن ان کاموں میں جو کام شرعاً جائز ہوں کسی طرف کوئی برائی نہیں ہے پھر اس کے لئے شرط ہے کہ آدمی کا کم از کم رزق حلال ہو پابند صوم و صلوٰۃ ہو یہاں تو حلال ملتا ہی نہیں تو استخارے میں اسے کیا نظر آئے گا۔ یہاں کا معاشرہ اور نظام ہی سودی ہے۔ سارے لوگ جو نہیں چاہتے وہ بھی سودی معیشت کھا رہے ہیں۔ تو اس میں وہ کیا ہو گا اس کا حشر بھی استخارہ شادی کرنے کے لئے تو نہیں ہے۔ اب چور بھی استخارہ کرتے ہیں کہ اس گھر میں چوری کریں یا نہ کریں یہ کیا معاملہ ہے۔ بھئی یہ کوئی بات ہے کرنے کی۔ تو یہ چھوٹی چھوٹی باتیں جو ہیں جو دین میں ایک نقب زنی سی ہو رہی ہے اور یہ ہر بات اللہ کریم کی ذات پہ سے اعتماد کو کم کرتی ہے۔ کشف کرانے والے کا اعتماد اس کشف والے پہ ہے اللہ پہ نہیں۔ استخارہ کرانے والے کا بھروسہ اس بندے پہ ہے جس سے استخارہ کرا رہا ہے یا خود کرتا ہے تو اپنے پہ ہے اللہ پہ نہیں۔ یہ جتنے ہیں نا یہ جو حیل و حجت ہیں ایمان تو یہ ہے کہ بندے کا معاملہ رب کے ساتھ سیدھا سیدھا ہو وہ کیوں نہ رب پہ اعتبار کرے۔ کیوں نہ رب کے ساتھ سیدھا معاملہ ہو۔ کیا ہمارا اللہ ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ کیا ہمارا اللہ ہمارے حال سے واقف نہیں ہے۔ یا وہ جو چاہتا ہے کر نہیں سکتا۔ یا جس حال میں وہ رکھنا چاہتا ہے کوئی دوسرا ہے جو اس حال کو بدل دے گا تو پھر کیا فائدہ ان چیزوں کا۔ تو یہ چیزیں سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ احتیاط کیجئے اور اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ رکھیں۔ سب سے بہتر ہے سب سے کریم ہے سب سے طاقت والا ہے۔ اور یہ بات یقین کے ساتھ یاد رکھ لیں کہ انسان کے ساتھ سب سے زیادہ کرم کرنے والا اللہ ہے۔ اللہ جیسا دوسرا کوئی کریم نہیں ہے کہ اس کے پاس ہم جائیں اور اس سے جا کر مدد کی درخواست کریں۔

واخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین ٥

قارئین المرشد متوجہ ہوں!

جو احباب ماہنامہ المرشد کے سالانہ خریدار بننا چاہیں وہ بذریعہ منی آرڈر درج ذیل ایڈریس پر مبلغ =/250 روپے روانہ کریں۔

دفتر ماہنامہ المرشد

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ڈاکخانہ جوہر ٹاؤن

ٹاؤن شپ لاہور فون 042-5182727

(نوٹ) درج بالا ایڈریس کے علاوہ کسی اور جگہ روپے بھجوانے پر ادارہ ذمہ دار نہ ہو گا۔

اکرم التفاسیر سے اقتباس ......

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال 06-10-2006

الحمدللہ رب العلمین○

والصلوۃ والسلام علی حبیبہ محمد والہ

واصحابہ اجمعین○

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم○

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

قد کان لکم ایۃ فی فئتین التقتاء والله عندہٗ

حسن المآب○

(ال عمران ۱۳ تا ۱۴)

بات چل رہی تھی حق و باطل کے مقابلے کی۔ دین حق اور کفار کے مقابلے کی تو قرآن حکیم نے دلائل عقلی اور نقلی کو بھی ساتھ رکھا ہے۔ یوں تو اللہ کریم کا خبر دینا اور رسول اللہ ﷺ کا فرمادینا سب سے بڑی دلیل ہے سب سے بڑی سچائی ہے سب سے بڑی صداقت ہے لیکن قرآن چونکہ ساری انسانیت کو خطاب فرماتا ہے لہذا دلائل نقلی کو بھی ساتھ رکھتا ہے اور عقلی دلائل بھی ساتھ رکھتا ہے تو یہاں کفر کے انجام پر ایک ایسی عقلی دلیل ارشاد فرمائی جو سب کے سامنے اور تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ جلی حروف میں محفوظ ہے۔ فرمایا۔

قد کان لکم ایۃ فی فئتین تمہارے لئے ان دو جماعتوں دو پارٹیوں اور دو نظریوں کا مقابلہ جو ہے یہ بہت بڑی دلیل ہے۔

فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ ایک جماعت ایک پارٹی اللہ کی راہ میں لڑتی ہے واخری کافرۃ اور دوسری کافر ہے جو حق کا راستہ روکنے کے لئے میدان میں اتری ہے۔ یہ مثال فرمائی غزوہ بدر کی جس میں حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ سے بدر تک تشریف لے گئے اور تین سو تیرہ جانثار آپ ﷺ کے ہم رکاب تھے دوسری طرف مکہ سے ایک ہزار سے زائد کا لشکر جرار آیا جہاں ان کی تعداد بہت زیادہ تھی وہاں ان کے پاس اسلحہ اتنی وہ بھی وافر تھا۔ لوگ سارے تجربہ کار جنگجو اور جوان اور بڑے مانے ہوئے جرنیل بزرگ بھی تھے۔ اس طرح اسلحہ نہ ہونے کے برابر اتنی نہ ہونے کے برابر کچھ بوڑھے کچھ بچے اور لباس تک بعض لوگوں کے پاس صرف ایک چادر بعض کے پاس دو ان کل چادریں تھیں تو فرمایا تمہارے پاس حق و باطل میں باطل کی ناکامی کی بہت بڑی دلیل جو تم لوگوں کی نظروں کے سامنے ہے قرآن نازل ہو رہا تھا اس وقت تو وہ لوگ موجود تھے جن کی آنکھوں کے سامنے یہ واقعہ ہوا اور جنہوں نے اس واقعہ کو ہوتے ہوئے دیکھا کہ ایک مختصر سی جماعت اللہ کی تائید و نصرت اور اس کی حمایت پہ بھروسہ کر کے نفاذ حق کے لئے میدان میں اتری اور دوسری کفر پہ قائم رہنے کے لئے اور کفر کا اقتدار قائم رکھنے کے لئے میدان میں اتری۔

یرونہم مثلیہم رای العین اور وہ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے اور ان کے پاس قوت زیادہ ہے نہ اسباب ظاہری کے لحاظ سے ان کے حق میں تھے۔ افرادی قوت بھی ان کے پاس زیادہ تھی اسباب و وسائل بھی ان کے

پاس زیادہ تھے اور دوسری طرف اگرچہ افرادی قوت کم تھی' اسباب و وسائل ظاہری کم تھے لیکن حق کے ساتھ آدمی کا یقین اُس کا ایمان اور حق پر اُس کی استقامت جو ہوتی ہے وہ طاقت ہوتی ہے۔ اللہ اُن کے ساتھ تھا وہ اللہ کی جماعت تھی وہ اللہ کی رضا کے لئے نکلے تھے۔ جو کھلی آنکھوں تم نے دیکھا کہ واللہ یؤید بنصرہ من یشاء' اللہ جسے چاہتا ہے اُسے اپنی مدد سے نوازتا ہے اور اُسے فتح نصیب ہوتی ہے۔ تمام اسباب تمام وسائل اور تمام تر مادی قوتوں کے باوجود مشرکین مکہ کو ذلت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ ان کے چوٹی کے ستر آدمی کھیت رہے اور ستر ہی بڑے چوٹی کے نامور آدمی مسلمانوں کے قیدی بنے ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار' جنہیں اللہ کریم نے بصارت دی ہو اُن کے لئے تو اس میں بڑی عبرت ہے۔

بصارت سے مراد یہ ہے کہ آدمی نظر کا استعمال بھی جانتا ہو۔ یعنی اُس نے دیکھ کر کھانا کھالیا' دیکھ کر پانی پی لیا' دیکھ کر چل پڑا یہی بصارت کا مصرف نہیں ہے بلکہ بصارت کا مطلب ہے کہ وہ نگاہوں سے جو واقعات دیکھے اُن کو پرکھنے سمجھنے اور اُس سے نتیجہ اخذ کرنے کی اہلیت بھی رکھتا ہو۔ وہ آنکھوں سے دیکھے کہ ایک چیز ایک آدمی نے کھائی اور اُس سے اُس کی موت ہوگئی تو وہ یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ یہ چیز کھانے کے قابل نہیں ہے یا یہ زہریلی ہے یا یہ استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن اگر دوسرے کو مرتا دیکھتا ہے پھر خود وہی کھاتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ نے اُسے نظر دی ہے لیکن وہ اُسے استعمال نہیں کر رہا۔ یہی مثال کافروں کو دی گئی کہ تم نے آنکھوں سے دیکھا کہ دنیوی حشم و خدم اور جاہ و جلال' دنیوی مال و اسباب اور وسائل مشرکین مکہ کے ساتھ تھے' لشکر جرار اور تجربہ کار لوگ تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل مکہ کے لشکر کو دیکھ کر فرمایا صحابہ کرام سے کہ آج تو مکہ نے اپنے جگر گوشے نکال کر تمہارے سامنے پھینک دیے ہیں۔ یعنی مکہ والوں کی قوت تو بدر میں ختم ہوگئی۔ اُن کے کام کے وہی لوگ تھے وہی ایک ایسا لشکر تھا جس میں تجربہ کار نوجوان بری جفاکش فن حرب سے واقف اور ماہر لوگ موجود تھے۔ جب وہ شکست سے دوچار ہوئے۔ جب وہ کھیت رہے بیشتر مارے گئے کچھ قید ہوئے اور انہیں سرعام ایک ایسی شکست ہوئی جسے ذلت آمیز شکست کہا جاتا ہے اور شکست میں سب کا مرجانا ضروری نہیں ہوتا۔ حوصلے سب کے مرجاتے ہیں ہمتیں سب کی جواب دے جاتی ہیں وہ جو ایک قوت ہوتی ہے جسے ہمت یا جسے فوجی اصطلاح میں انگریزی میں ''مورال'' کہتے ہیں کہ ہر ایک کے دل میں ایک جذبہ ہوتا ہے جیت کا فتح کا اپنی جان دے کر لڑنے کا وہ جذبے ختم ہو جاتے ہیں جذبے سرد پڑ جاتے ہیں جب اُمیدیں اُلٹ جاتی ہیں جب توقع کے خلاف نتائج نکلتے ہیں تو وہ جذبے سرد پڑ جاتے ہیں جس طرح آج اسرائیل کو ایک زعم باطل تھا کہ ہم جدھر منہ کرتے ہیں کوئی ہمیں روکنے والا نہیں ملتا۔ تو مٹھی بھر لوگوں نے گذشتہ لبنان کے مقابلے میں اُن کا وہ زعم باطل توڑ دیا اور آج اخباروں میں ٹیلی ویژن میں دیکھتے ہیں کہ اسرائیلی سیاست دانوں سے لیکر فوجی افسروں تک ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہیں تو اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لڑنے والی طاقت جو ہے یا فوج جو ہے وہ ساری حوصلہ ہار بیٹھتی ہے کہ یہ ہم سے اس طرح نہیں ہوسکتا یہ کچھ نہیں ہوسکتا۔

تو فرمایا واقعہ بدر جس سے بنیادی نتیجہ تو یہ نکلا کہ دنیا پر غلبہ حق کی ابتدا ہوئی۔ میدان میں قوت بازو کے ساتھ فوجی طاقت کے ساتھ حق تو حق ہے اور احقاق حق کے لئے سب کچھ ہو رہا تھا۔ تبلیغ ہو رہی تھی' ہجرتیں فرمائی گئیں' مدینہ منورہ میں ریاست اسلامی کی بنیاد رکھی گئی' یہ سب ہو رہا تھا لیکن یہ بھی ضروری تھا کہ میدان کارزار میں مقابلے

میں باطل کے خلاف حق کو فاتح ظاہر کیا جائے اور یہ بات سامنے آئے کہ اللہ کریم حق کے ساتھ ہے اور اللہ حق کی مدد فرماتا ہے۔ تو یہ بنیادی بات جو ہے یہ غزوہ بدر میں اللہ کریم نے واضح کر دی کہ دنیوی اسباب نہ ہونے کے برابر تھے مسلمانوں کے پاس لیکن اُن کے ساتھ رحمت للعلمین ﷺ تھے اُن کے ساتھ اُن کا اللہ تھا۔ اس لئے کہ وہ حق پر تھے۔ اللہ کریم افراد کا ساتھ نہیں دیتے کہ کس کا نام آپ دین محمد رکھ دیں تو اُسے معیت باری نصیب ہو جائے گی۔ اللہ کریم حق کا ساتھ دیتے ہیں اور جو حق کے ساتھ اپنے آپ کو شامل کر لیتا ہے جو حق میں اپنے آپ کو مدغم کر لیتا ہے جو سراپا حق بن جاتا ہے' اپنے کردار سے اپنے یقین سے اپنے ایمان سے اپنی سوچ اور اپنی فکر سے حق کو قبول کر لیتا ہے اللہ کریم اُس کا ساتھ دیتا ہے۔

واللّٰہ مع المحسنین. اللہ مخلص اور خلوص قلب سے اللہ کو ماننے والے اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ تو فرمایا کفر کو یہ دیکھ لینا چاہئے کہ یہ تو کھلی آنکھوں تمہارے سامنے دیکھتے دیکھتے یہ معرکہ ہوا اور تم نے دیکھا کہ سارے وسائل کے باوجود اللہ کی مدد سے کفر عاجز آیا اور اللہ نے حق کو فتح دی۔

ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار ○ اب جن کے پاس بصارت ہے۔ بصیرت کہتے ہیں دل کی نگاہ کو اور بصارت کہتے ہیں چشم ظاہر کو۔ تو فرمایا دل کی نگاہ کا تعلق تو نور ایمان سے ہے لیکن ظاہر نگاہ تو ہر ایک کے پاس ہے مومن کے پاس بھی ہے کافر کے پاس بھی ہے تو جن کی ظاہری نگاہ بھی کام کرتی ہے یا جو اُس کو استعمال کرتے ہیں تو ظاہری نگاہ کا بھی استعمال یہ ہے کہ اللہ کی عظمت کو پہچانے۔ بندہ مخلوق کو دیکھ کر خالق کی عظمت کو پہچانے واقعات کو دیکھ کر نتائج حاصل کرے ورنہ پھر دیکھنے کا کیا فائدہ؟ یوں تو جانور بھی دیکھتا ہے' یوں تو جنگل کا ایک درندہ بھی دیکھتا ہے چرند پرند دیکھتے ہیں اپنی غذا تلاش کرتے ہیں اپنا آشیانہ بناتے ہیں اپنے بچے پالتے ہیں اگر انسانی بصارت بھی اتنا ہی کام کرتی ہے کہ اُس نے روزی کمالی اور بچے پال لئے تو بحیثیت انسان اُس نے بصارت کا استعمال نہیں کیا۔ پھر تو اُس نے ایک جانور کی طرح بصارت کا استعمال کیا۔ جس طرح جانور بھی خشک اور سبز چارہ دیکھ کر اپنے لئے اچھا پسند کر لیتا ہے یا جس طرح جانور درندے پرندے حیوانات بھی اپنے بچے پال لیتے ہیں اپنا ٹھکانا اپنے گھونسلے اپنی جگہیں رہنے کی بنا لیتے ہیں اپنا تحفظ کرتے ہیں اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں یہ تو سب کچھ ڈھونڈ لیتے ہیں۔ انسان نے بھی اگر دنیا میں صرف خوراک تلاش کر لی اور بچے پال لئے اور زندگی گزاری اور اپنی نگاہوں کے سامنے واقعات عالم کو دیکھتا رہا اور اُن سے کوئی نتیجہ اخذ نہ کر سکا تو بصارت ہوتے ہوئے بھی اُس نے اپنی بصارت کو استعمال نہیں کیا۔ تو فرمایا اس میں بہت بڑا سامان عبرت ہے لیکن اُن لوگوں کے لئے جو صاحب نظر ہیں یا صاحب دانش و بینش ہیں۔ یعنی محض دیکھنا یہ دیکھنا نہیں ہوتا دیکھنے سے مراد ہے کہ اُس سے واقعہ کی حقیقت کو سمجھ کر نتائج اخذ کرے۔

زین للناس حب الشہوت من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث. ذلک متاع الحیوۃ الدنیا. واللہ عندہ حسن المآب ○ تخلیقی طور پر اور فطری طور پر ایک محبت غیر شعوری طور پر ہے۔ آدمی کے ارادے کو اُس سے تعلق نہیں ہے۔ تخلیقی طور پر انسان میں ایک محبت رکھ دی گئی ہے اور اُس کی فطرت میں ہے کہ وہ عورتوں سے محبت کرتا ہے' اولاد سے محبت کرتا ہے' سونے اور چاندی کے ڈھیروں سے یعنی دولت سے محبت کرتا ہے' اس طرح مال اور مویشی سے محبت کرتا ہے کھیتی سے محبت کرتا ہے

یہ ایک فطرت میں رکھ دی گئی ہے یہ غیر شعوری محبت ہے یعنی کوئی بندہ سوچ سمجھ کر یہ نتیجہ نہیں نکالتا کہ میں اپنے والدین سے محبت کروں بیوی سے محبت کروں اولاد سے پیار کروں اپنے بھائیوں سے محبت کروں یا میں اپنے لئے دولت جمع کروں یا میں اپنے لئے گھر بنالوں یا میری کھیتی بہت اچھی ہو اس کے ساتھ محبت کروں محنت کروں یہ انسان کی فطرت میں ہے اور غیر شعوری طور پر رکھ دی گئی ہے۔

ایک محبت ہے جس کا عقلی اور شعوری طور پر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یہ ساری چیزیں اللہ کی بنائی ہوئی ہیں یہ ساری چیزیں انسان کی ضرورت ہیں اور ان کی محبت جرم نہیں ہے اس لئے کہ انسان کی عقلی اور شعوری محبت نہیں ہے۔ یہ محبت اسے خالق نے عطا کی ہے غیر شعوری طور پر اس کے اندر یہ جذبہ موجود ہے لیکن اللہ نے اسے فہم و شعور بھی دیا ہے اور ادراک بھی دیا ہے ان سب محبتوں کے ساتھ اسے شعوری طور پر دعوت فکر دی گئی ہے کہ تیرا ایک خالق بھی ہے تیرا ایک رازق بھی ہے تیرا ایک رب ہے جو تجھے پال رہا ہے جس نے تجھے پیدا کیا ہے اس نے یہ نعمتیں اور ان کی محبت بھی تجھے دی ہے اگر یہی محبت نفرت میں تبدیل ہو جائے تو سب سے قریبی رشتہ میاں بیوی کا ہوتا ہے شاید والدین سے اس قدر دکھ درد زیر بحث نہیں لائے جاسکتے اولاد سے اس قدر دکھ سکھ نہیں بے جاسکتے جتنے میاں بیوی آپس میں زیر بحث لا سکتے ہیں جتنی باتیں آپس میں کر سکتے ہیں جتنے دکھ سکھ بانٹ سکتے ہیں لیکن آپ نے یہ بھی دیکھا کہ جب یہ محبت ختم ہو جاتی ہے یا نفرت میں بدل جاتی ہے تو وہی میاں بیوی ایک دوسرے کے جان کے درپے ہو جاتے ہیں ایک دوسرے کی آبرو کو ختم کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں اور اگر اللہ کریم یہ محبت شعوری طور پر نہ دیتے یعنی یہ محبت شعوری طور پر انسان کے وجود میں غیر شعوری طور پر موجود ہے اس کی اپنی بنائی ہوئی نہیں اللہ کی دی ہوئی موجود ہے اور اگر یہ موجود ہے اس کے باوجود نفرتیں جنم لے لیتی ہیں انسانی مزاج ایسا ہے انسان ایسا کوتاہ نظر اور کوتاہ فہم واقع ہوا ہے کہ اس کے باوجود وہ نفرتیں پیدا کر لیتا ہے۔ تو اگر یہ غیر شعوری محبت بھی نہ ہوتی تو یہ دنیا کیا ہوتی؟ اس کا نقشہ کیا ہوتا؟ یعنی یہ بھی ایک اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ضرورت کی چیزوں سے کاروبار سے گھر سے اولاد سے والدین سے بہن بھائیوں سے دوستوں سے ایک غیر شعوری محبت کا جذبہ ودیعت فرما دیا۔ اس کے ہوتے ہوئے انسان نفرتیں پال لیتا ہے۔ بھائی بھائیوں کو قتل کر دیتے ہیں اولاد باپ کو بھگا کر گھر سے نکال دیتی ہے میاں بیوی کو قتل کر دیتا ہے ناک کاٹ لیتا ہے طلاق دے دیتا ہے بدنام کرتا ہے رسوا کرتا ہے بیوی خاوند پہ جا کے عدالت میں دعویٰ کر دیتی ہے اور اسے ذلیل و رسوا کرتی ہے باوجود اس کے کہ اللہ کریم نے یہ محبت غیر شعوری طور پر ہماری کسی کوشش و محنت کے بغیر ہمارے اندر رکھ دی ہے اور کسی جگہ یہ اتنی بڑھ جاتی ہے حد سے کہ ہم اپنے مال پہ قناعت نہیں کرتے دوسروں کا مال بھی چھیننا شروع کر دیتے ہیں۔

اسلام نے کسی چیز پہ ایسی پابندی نہیں لگائی کہ اس کے آگے دیوار کھڑی کر دی ہو اسلام نے اہل خانہ سے محبت کو منع نہیں کیا' والدین سے محبت کو منع نہیں کیا' اولاد سے محبت کرنے سے روکا نہیں ہے دولت کمانے سے نہیں روکا اچھا کھانا اور اچھا پہننے سے روکا نہیں ہے یہ یاد دلایا ہے کہ یہ تو اللہ کا احسان ہے کہ خود اس نے ایک غیر شعوری طور پر تمہارے اندر ان چیزوں کی محبت رکھ دی۔ جس کے لئے تم محنت کرتے ہو کوشش کرتے ہو تو تم میں مال کے حصول کی محبت ہے تم محنت کرتے ہو ملازمت کرتے ہو تجارت کرتے ہو کھیتی باڑی کی محنت ہے تو کسی کی کھیتی دوپہر کو ہل چلاتے ہو فصل کاٹتے ہو صاف کرتے ہو روزی کما کر لاتے ہو اولاد کو بانٹتے ہو بیوی کو

کھلاتے ہو گھر بناتے ہو جس میں سارے آرام سے رہتے ہیں تو یہ سارا اس لئے ہے کہ اللہ نے تمہیں ان چیزوں کی محبت دی ہے جو بغیر تمہاری سوچ وفکر کے بغیر تمہارے شعور کے بغیر غیر شعوری غیر عقلی طور پہ ہر بندے کے اندر موجود ہے۔

لیکن یاد رہے ہر جذبے کی ایک حد ہے۔ ہر بندے کو آزادی حاصل ہے وہ بڑا خوبصورت قول ہے کسی کا کہ ''میری آزادی اگلے کی ناک سے پہلے ختم ہو جاتی ہے'' مجھے آزادی تو ہے لیکن یہ آزادی نہیں کہ میرا گھونسا اگلے کی ناک توڑ دے اتنی آزادی نہیں ہے۔ جہاں اُس کی ناک شروع ہوتی ہے وہاں اُس کی آزادی کی بھی حد ہے۔ یہ جتنے جذبے ہیں ان کی ایک حد اسلام نے مقرر کی ہے کسی جذبے سے روکا نہیں ہے اُسے خواتین سے محبت ہے تو وہ شادی کرے جائز طریقہ ہے۔ اولاد سے محبت ہے تو اولاد کی اچھی تربیت کرے اُن کے لئے جائز اور حلال طریقے سے جتنا کما سکتا ہے کمائے اگر پیسہ کمانا منع ہوتا تو پیسے پر زکوٰۃ کیوں فرض ہوتی۔ جب کوئی کمائے گا اُس کے پاس مال جمع ہوگا۔ زکوٰۃ اس مال پر ہے جو آپ کی ضرورت سے زائد ہے اور اُسے آپ کی تحویل میں ایک سال گزر جاتا ہے وہ ایک سال آپ کی ضرورت سے وافر رہتا ہے تب اُس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے تو اس کا مطلب ہے کوئی مال جائز طریقے سے کماتا ہے تو مال کا رکھنا مالدار ہونا کوئی جرم نہیں ہے۔ لیکن کمانے کے یا خواہشات کی تکمیل کے یا ضرورتوں کی تکمیل کے طریقے اور سلیقے خوبصورت انداز میں مقرر کر دیئے ہیں۔ یعنی محبتیں بے لگام نہ ہو جائیں بلکہ اپنی حدود کے اندر اپنا کام کریں اور وہ کام کرنا یعنی اپنی ضرورت کے لئے رزق کمانا' اپنی ضرورت کے لئے جائز وسائل سے اچھا گھر بنانا' اپنی ضرورتیں اپنے حلال وسائل سے پوری کرنے کو بھی ویسا ہی عبادت قرار دیا ہے جیسا آپ نماز روزہ کرتے ہیں اُس پر اللہ کی رضا بھی مرتب ہوتی ہے اُس پر انعام فرماتا ہے کہ یہ خواہشات کی تکمیل کے اسباب اُس طریقے سے حاصل کر رہا ہے۔ اُس طریقے سے اُن وسائل کو جمع کر رہا ہے جو طریقہ اللہ نے مقرر فرمایا ہے۔ اسلام نے زندگی کے آگے کوئی بند نہیں باندھا' زندگی ایک فلو ہے' ایک سیلاب ہے ایک بہتا ہوا دریا ہے آپ دریا کے آگے بند باندھ کر اُسے روک نہیں سکتے۔ آپ جتنا بڑا بند بنائیں گے ایک دن وہ بھر جائے گا پھر اُس کے اوپر سے وہ بہنا شروع ہو جائے گا' زندگی میں بھی اسی طرح کی ایک روانی ہے آپ اس کے آگے بند نہیں باندھ سکتے۔ اللہ خود خالق ہے اس کا اور اُسی نے اس کو روانی دی ہے لہٰذا اُس نے اس کے آگے کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں کی۔ خوبصورت طریقے سے اور سلیقے سے اسے موڑ دیئے ہیں جس میں فائدہ ہی فائدہ اس میں مخلوق کا بھی فائدہ ہے اور اللہ کی بھی رضا شامل ہے۔

تو فرمایا لوگوں کے لئے اولاد کی بیویوں کی سونے چاندی کی جانوروں کی گھوڑوں کی کھیتی باڑی کی محبت تو رکھ دی گئی۔ اس لئے کہ یہ بڑی ضروری تھا اگر یہ نہ ہوتا تو انسانی زندگی کے چلنے کا کوئی سبب ہی نہ ہوتا اللہ نے یہ جذبے عطا کر دیئے تو انسان اپنی کمزوریوں کی وجہ سے نفرتیں پیدا کر لیتا ہے' عداوتیں پیدا کر لیتا ہے' اگر یہ جذبے ہوتا ہی نہیں تو دنیا میں کیا حال ہوتا۔ ہر کوئی سوائے دشمنی کے کچھ نہ کرتا۔ ہر ایک ایک دوسرے کا دشمن ہوتا۔ تو فرمایا لیکن یہ یاد رکھو۔ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ یہ صرف اس عالم میں زندگی کو قائم رکھنے کے وسائل ہیں اب زندگی کس لئے ہے یہ جب سوچا جائے گا تو یہاں سے شعوری اور عقلی محبت کی ابتدا ہو گی کہ انسان اپنی عقل سے اپنے شعور سے فیصلہ کرے کہ یہ سارا یہ محبتیں جو مال سے ہے اولاد سے ہے گھر سے ہے جس کے لئے جو محنت مشقت پہ مجبور کرتی ہے جو مجھے کاروبار پہ مجبور کرتی ہے یہ جو کچھ اس سے حاصل ہوتا ہے ذٰلِکَ

متاعُ الحیوۃ الدنیا۔ یہ میری اس دنیا کی زندگی پچاس ساٹھ سال ہے تمیں سال ہے چالیس ہے سو سال ہے اللہ جانے یہ جو میرا وقت اس دارِ دنیا میں ہے اس زندگی کو قائم رکھنے کے وسائل ہیں لیکن یہ زندگی جس کو قائم رکھنے کے لئے میں شب و روز محنت کر رہا ہوں اس کا حاصل کیا ہے؟ یہ کس لئے ہے؟ یہ مجھے زندگی دی کیوں گی؟ مجھے یہاں بھیجا کیوں گیا؟ کون ہے جس نے مجھے پیدا کر دیا؟ کس نے مجھے زندگی دے دی اور زندگی کے وسائل سے محبت کس نے میرے سینے میں رکھ دی؟ ایسی محبت رکھ دی کہ تپتی دوپہر کو سارا دن میں کدال چلاتا ہوں' پتھر توڑتا ہوں' مشقت کرتا ہوں اور چند سکے حاصل کر کے بچے پالتا ہوں کس نے مجھے یہ جذبے دے دیے؟ کیوں میں ایسا کرتا ہوں اور جس نے یہ حیات دی ہے آخر اس حیات کا بھی تو کوئی مقصد ہوگا! یہاں سے شعوری اور عقلی محبت کی ابتدا ہوتی ہے اور یہی انسان کے پاس اختیار ہے کہ اپنے شعور سے اپنے عقل سے تجزیہ کر کے فیصلہ کرے کہ یہ زندگی کا مصرف کیا ہے اب جس عہد میں کوئی بندہ بھی دعوت الی اللہ دینے والا نہیں تھا۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھا لینے کے بعد اُن کی تعلیمات ختم ہو گئیں اور کوئی حق بتانے والا نہ رہا تو کم و بیش پانچ صدیاں بیت گئیں۔ حضور ﷺ کی بعثت تک اسے ''عہدِ فترت'' کہتے ہیں۔ اب اس عہدِ فترت میں کسی نبی کی تعلیمات باقی نہیں تھی۔ کوئی صحیفہ آسمانی کسی کے پاس نہیں تھا کوئی بتانے والا نہیں تھا اللہ کون ہے کیسا ہے خالق کہاں ہے عاقبت کیا ہے آخرت کیا ہے تو اس عہد میں بھی ایسے لوگ تھے۔ خود مکہ مکرمہ میں ایک شخص ہوا ہے زید بن عمرو بن نفیل نام تھا اُس کا۔ وہ کہتا تھا کہ یہ جو بت تراش کے تم رکھتے ہو اور کہتے ہو یہ خدا ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے جسے تم اپنے ہاتھ سے تراشتے ہو۔ جسے تم اپنے تیشے کی ضرب سے بناتے ہو۔ تم چاہو تو اُس پتھر کو دروازے میں نصب کر دو۔ تم چاہو تو اُس پتھر کو فرش کی سل بنا دو۔ تم چاہو تو اُس پتھر کا ایک بت بنا کے پوجنے لگ جاؤ۔ جو اپنے وجود میں تمہارا محتاج ہے وہ کس طرح تمہاری عبادت کا حقدار ہو گیا۔ وہ کہتا تھا یہ درست نہیں ہے۔ پھر جو وہ کہتا تھا یہ عقلی تجزیے ہیں نا۔ دعوت الی اللہ نہیں تھی لیکن اُس نے اپنی بصارت اپنی عقل سے ایک تجزیہ کیا کہ یار یہ جو تم نے بنائے ہوئے ہیں یہ بت اولاد دیتا ہے یہ بارش برساتا ہے یہ کھیتیاں اُگاتا ہے یہ بیماریاں ٹھیک کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ انسان کی ہر ضرورت کے لئے ایک رب ہو گیا۔ انسان ایک ہے ضرورتیں ایک وجود میں جمع ہیں رب مختلف ہیں' اب اگر ان ربوں میں اختلاف ہو جائے' اختلاف رائے ہو جائے۔ انسان کو اب ضرورت ہے پانی پینے کی پیاس اب لگی ہے لیکن روزی دینے والا رب کہتا ہے میں کل سے پہلے اس کا پانی اٹیو نہیں کرتا پھر کیا ہوگا؟ ایک رب ہے جو زندگی دینے والا ہے وہ بیٹھا ہے کہ بندہ مرے نہیں میرا۔ جو روزی دینے والا ہے وہ کہتا ہے کہ راشن پرسوں دوں گا تو وہ کہنے لگا یہ عقلاً محال ہے۔ ایک بندہ ہے آج بیمار ہے اُسے دوا کی ضرورت ہے اب جو شفا دینے والا رب ہے وہ کہتا ہے میں نہیں مانتا میں اُسے نہیں شفا دیتا۔ جو زندگی والا ہے وہ کہتا ہے میں اسے زندہ رکھوں گا۔ وہ کیسے زندہ رکھے گا جب وہ شفا ہی دینے پہ مطمئن نہیں آج کھیتی کو پانی کی ضرورت ہے بارش برسانے والا رب کہتا ہے میں تو ہفتہ فارغ نہیں ہوں ہفتے بعد بارش ہوگی۔ کھیتی اُگانے والا کہتا ہے یہ تو دنوں میں جل کے راکھ ہو جائے گی' اُس نے کہا بھئی یہ جو آپ کا تصور ہے نا کہ ہر کام کا الگ رب ہے یہ عقلاً باطل ہے۔

اُس کے شعر آج بھی عرب ادب کی زینت ہیں وہ کہا کرتا تھا۔

ء رب واحد ام الف رب۔ رب کوئی ایک ہے ہزاروں رب نہیں ہو سکتے۔ یہ کوئی ایک ہستی ہے کہ جب چاہے بارش برسا دے جسے

چاہے صحت دے دے جسے چاہے حیات دے دے۔ جسے چاہے رزق دے دے۔ یہ ایک ہستی کے فیصلے ہیں جن میں اتنا ربط ہے کہ کہیں کوئی رکاوٹ آتی نہیں زندگی رواں دواں چلتی رہتی ہے۔ لوگ مرتے بھی ہیں لوگ پیدا بھی ہوتے ہیں۔ کھیتیاں جلتی بھی ہیں کھیتیاں اُگتی بھی ہیں۔ درخت سوکھتے بھی ہیں درخت پیدا بھی ہوتے ہیں۔ پھل جھڑ بھی جاتے ہیں پھل لگ بھی جاتے ہیں پت جھڑ میں پتے گر جاتے ہیں بہار میں نکل آتے ہیں تو یہ ایک سے زائد ہستیوں اگر دو بھی ہوں تو بھی اختلاف ہوگا۔ ایک کہے گا میں دن کرتا ہوں دوسرا کہے گا نہیں رات ہوگی۔ تو یہ جو بے حساب پتہ نہیں کب سے نظام چل رہا ہے اور ہمارے سامنے چل رہا ہے اور روزانہ کتنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں کتنی فنا ہوتی ہیں ہم حساب نہیں کر سکتے۔ تو وہ کہنے لگا یہ کسی ایک ہستی کا کام نہیں ہے۔ یہ ہزاروں کا کام نہیں ہوسکتا ہزاروں ہستیاں ایک بات پہ اس قدر متفق نہیں ہوسکتیں کہ اتنا پابندی سے اور اس طریقے سے یہ نظام چلے کہ کہیں کوئی خلل نہ ہو تو اُس نے کہا۔

ءرب واحد ام الف رب

ءدینٌ اذا تقسمتہ الامور

یہ کونسا دین ہے جس میں کام بانٹ دیئے گئے ہیں کوئی روزی دے رہا ہے کوئی اولاد دے رہا ہے کوئی صحت' تو پھر کس کس کی پوجا کرو گے۔ کس کس کو راضی کرو گے۔ اسے دین کہنا یہ لفظ دین کی توہین ہے یہ کوئی دین نہیں ہوسکتا۔ رب ایک ایک ہے رب۔ ہزاروں نہیں ہو سکتے۔ جب کام بانٹ دیئے جائیں تو یہ دین نہیں رہتا۔ چونکہ دین کا تقاضا یہ ہے کہ جو ساری نعمتیں دے رہا ہے اُس کی ہمہ وقت اطاعت کی جائے اُس کی عبادت کی جائے اُس کا نام لیا جائے تو کس کس کا نام لے بندہ کس کس کی عبادت کرے۔ کوئی آپ کے کھڑا ہونے پہ خوش ہے دوسرا آپ کے رکوع پہ خوش ہے تیسرا آپ کے سجدے پہ خوش ہے۔ آپ کھڑے ہیں تو ایک خوش ہے وہ ناراض ہے رکوع میں جاتے ہیں تو ایک راضی ہے دوسرا ناراض ہے سجدے میں جاتے ہیں سجدے والا تو خوش ہے دوسرے دو ناراض ہیں کہ یہ کیا کر رہا ہے۔ یہ دین نہیں ہوسکتا۔ اُس نے کہا

ءرب واحد ام الف رب

ءدینٌ اذا تقسمتہ الامور

جب کام بانٹ دیئے جائیں اُسے دین کہا جائے تو یہ جہالت ہے یہ دین نہیں ہوسکتا۔

ترکت لات والعزیٰ جمعیا

کذلک یفعلُ رجل للبصیرہ'

میں یہ لات اور عزیٰ اور تمام بت جو ہیں اُن سب کو ترک کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔ اور جس بندے کو اللہ نے بصارت دی وہ ایسا ہی کرے گا جس طرح میں اعلان کر رہا ہوں نا ان سب سے بیزاری کا جس کو بھی اللہ نے بصارت دی وہ ایسا ہی کرے گا جس شخص میں بھی بصارت قائم ہوئی' جسے بھی بصارت کا استعمال ہے وہ یہی کرے گا۔ تم اندھے ہو جو یہ کر رہے ہو۔ تم انسانی بصارت کو استعمال میں نہیں لا رہے اور پھر تاریخ میں ملتا ہے کہ وہ بیت اللہ شریف جاتا اور کہتا میں نہیں جانتا تو کہاں ہے تو کیا ہے۔ میں یہ جانتا ہوں تو ہے۔ میں یہ جانتا ہوں تو اکیلا ہے میں یہ جانتا ہوں کہ تو ہر چیز پہ قادر ہے اس لئے یہ نظام چل رہا ہے۔ لیکن تو کون ہے تو کہاں ہے تو کیسا ہے میں یہ نہیں جانتا۔ میں یہ نہیں جانتا کہ تو کس بات پہ راضی ہے۔ میں کس طرح تیری عبادت کروں۔ پھر وہ زمین سے مٹی اٹھا کر ہاتھ پہ رکھتا اُس پہ پیشانی رکھ دیتا اور کہتا کہ اے میری عبادت سمجھ کر قبول کر لے۔ کوئی مجھے بتانے والا نہیں ہے۔ میں کیا کروں میری عقل اتنا

ساتھ دے سکتی ہے میرا کہ میں جانتا ہوں تو ہے اور تجھ جیسا کوئی دوسرا نہیں۔ اب اس سے آگے عقل کام نہیں کرتی۔ اور اس عہد میں یہی فرمایا جاتا ہے کہ جس نے بھی اپنے تجربے سے توحید باری تلاش کر لی وہ مسلمان ہے اور صاحب نجات ہے۔ جب اور کوئی وسیلہ دین بتانے والا نہیں ہے۔

اس طرح ہمارے کچھ نور نامے نام کی کتابیں اور کچھ اس قسم کی عجیب عجیب کتابیں جو حضور ﷺ کے والدین کے متعلق یا آپ ﷺ کے بزرگوں کے متعلق عجیب وغریب حکایتیں لکھتے ہیں یہ سب خرافات ہیں وہ سارے مواحد تھے اور کھرے مواحد تھے۔ ابرہہ نے جب لشکر کشی کی۔ حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکری لے گئے اور وہ ابرہہ کو ملنے کے لئے گئے تو ابرہہ خوش ہوا کہ یہ میں کعبے کو گرانے کے لئے مکہ پہ چڑھائی کرنے لگا ہوں اہل مکہ کا سردار آیا ہے تو یہ اپنے کعبے کی بات میرے ساتھ کرے گا تو اُسے جب اُس کے اہلکاروں نے بتایا کہ عبدالمطلب قریش کا سردار ہے اور وہ تشریف لائے ہیں اُس نے کہا انہیں لے آؤ جب آپ گئے اُس نے پوچھا کہ مدعا کیا ہے آپ کے آنے کا۔ تو آپ نے فرمایا کہ آپ کے لشکری میرے اونٹ ہانک کر لے آئے ہیں اہل مکہ نے شہر خالی کر دیا تھا پہاڑوں کی چوٹیوں پہ چلے گئے تھے تو میں اپنے اونٹ چاہتا ہوں کہ مجھے واپس مل جائیں تو اُس نے بڑا حیران ہو کر کہا کہ مجھے تو بڑی توقع تھی۔ آپ جانتے ہیں میں کتنا سفر کر کے آیا ہوں' جانتا ہوں' جانتے ہیں میں کتنا طاقتور ہوں' جانتا ہوں۔ پتہ ہے میرے ساتھ کتنا لشکر ہے' پتہ ہے۔ جانتے ہیں میں آپ لوگوں کا کعبہ گرانے کے لئے آیا ہوں' جانتا ہوں تو آپ کعبے کی بات نہیں کریں گے انہوں نے بڑا خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا۔ انہوں نے فرمایا میرے اونٹ تھے میں اونٹوں کی بات کر رہا ہوں۔ اس کعبے کا بھی ایک مالک ہے جب تم کعبے کی طرف جاؤ گے تو وہ خود بات کر لے گا چونکہ میری طاقت سے باہر ہے۔ تم مجھ سے طاقت ور ہو تمہاری فوج تمہاری سپاہ تمہاری طاقت تمہارے دنیوی وسائل میرے وسائل سے زیادہ ہیں اگر میرے بس میں ہوتا تو میں تمہیں روکتا۔ یہ میرے بس میں نہیں ہے۔ تو میں بات کیوں کروں اُس کا بھی ایک مالک ہے جب تم اُدھر جاؤ گے تو وہ تم سے خود بات کرے گا۔ اب اس میں نور نامے میں انہیں غیر مسلم لکھنے کی کوئی تک بنتی ہے۔ اس سے زیادہ اُس وقت اسلام تھا کیا۔ آدمی مکلف ہی توحید باری کا تھا تو اس سمت میں اگر ہم چلے جائیں تو بات لمبی ہو جائے گی۔ حضور ﷺ کے والد ماجد مثالی اور خوبصورت نوجوان تھے۔ صاحب کردار تھے اور ایک معروف جو بات بہت زیادہ جو لکھی گئی ہے وہ یہ ہے کہ بڑی خواتین نے کوشش کی اُن کے قریب جانے کی لیکن انہوں نے کہا نہیں ناجائز ذریعہ میں استعمال نہیں کروں گا مجھے زیب نہیں دیتا۔ یہ کردار کن لوگوں کا ہے جو اس وقت بھی توحید باری کے قائل تھے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ ابوبکر صدیقؓ نے عہد جہالت میں بھی بتوں کا سجدہ نہیں کیا بتوں کو نہیں مانا۔ اللہ کو جانتے نہیں تھے لیکن صحابہ کرام میں ایک ایسی تعداد تھی جو بتوں کو نہیں پوجتی تھی۔ بتوں کو نہیں مانتی تھی۔

تو میرے بھائی! جب کوئی بھی بتانے والا نہ ہو تو اللہ نے جو عقل وشعور دیا ہے ایک تو غیر شعوری محبت ہے جو مال و دولت سے اور جس سے دنیا کا نظام چل رہا ہے اور یہ ناجائز نہیں ہے لیکن جہاں سے شعوری محبت کی ابتداء ہوتی ہے اب اگر وہی زید بن عمرو بن نفیل جو اپنی شعوری اور عقلی محبت سے یہ جان چکا ہے کہ کوئی ایک ہستی ہے جو اس نظام کو چلا رہی ہے اُسے اگر کوئی دولت کا لالچ دے کر اُس سے بتوں کو سجدہ کروا لے تو یہ کتنی بُری بات ہوگی کیسی عجیب بات ہوگی کہ اس کی عقلی اور شعوری محبت تو اُسے راستے دکھا رہی ہے کہ یہ بت بے کار

ہیں۔ اب اُس کی جو غیر شعوری محبت ہے وہ اتنی بڑھ جائے کہ لالچ کی حد میں چلی جائے اور کسی لالچ میں آ کر وہی شخص جو بتوں کو باطل سمجھتا ہے اُن کو سجدہ کر لے تو آپ اُس کے بارے کیا کہیں گے پھر اس عقلی اور شعوری محبت کو جلا دینے کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ جیسی عظیم ہستی مبعوث ہو جائے۔ پھر اس کی رہنمائی ہو تو وہ کہتا تھا نا۔ مجھے پتہ ہے تو ہے کیسا ہے نہیں پتہ کہاں ہے نہیں پتہ۔ پھر وہ آ جائے جو بتائے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے اللہ کی ذات ایسی ہے اللہ کی صفات ایسی ہیں اور میں وہ دروازہ ہوں جس میں سے تم اللہ کو دیکھ سکتے ہو۔ میرے نقوش کف پا وہ راستے ہیں جن پر چل کر تم اللہ کی بارگاہ میں پہنچ سکتے ہو۔ یہ محبتیں عقلی اور شعوری ہیں۔

اب یہ اولاد کی دولت کی مال کی دنیا کی محبت تب بُری ہوتی ہے جب یہ عقلی اور شعوری محبت پہ غالب آ جاتی ہے تو پھر یہ قابل مذمت ہو جاتی ہے آپ اسی واقعہ سے موازنہ کر کے اندازہ کیجئے میں نے جو زید بن عمرو بن نفیل کا عرض کیا ہے کہ اگر وہی شخص جو لوگوں کو بتا رہا ہے کہ یہ لات وعزیٰ کچھ نہیں ہیں۔ اور یہ ہزاروں معبود نہیں ہو سکتے۔ یہ باطل ہے رب ایک ہے اور جو کائنات کو پال رہا ہے ہزاروں رب نہیں ہو سکتے۔ وہ اگر دنیا کے لالچ میں یا اقتدار کے لالچ میں یا کسی خواہش کے لالچ میں بتوں کے آگے سجدہ ریز ہو جائے تو آپ کیا کہیں گے بہت بُری بات ہے آپ تو کہیں گے یہ انسان ہے ہی نہیں۔ اس نے تو انسانیت کو ناس کر دیا۔ اسے تو انسان کہنا انسانیت کی توہین ہے اُس کے لئے اگر یہ فتویٰ ہے تو پھر وہ لوگ جن کے پاس محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوں۔ اپنی عقلی شہادت بھی موجود ہو انسانی عقل بھی موجود ہو۔ عقلی اور شعوری محبت کا در بھی وا ہو۔ پھر اُس پہ نور نبوت بھی آ جائے۔ پھر اُس پہ تیس پارے کتاب اللہ بھی آ جائے۔ اُس پہ چودہ صدیاں بیت جائیں۔ اللہ کی کتاب پکار پکار کر ہدایت اور رہنمائی کر رہی ہو اور پھر ہم چند سکوں کے عوض بک جائیں۔ پھر ہم خواہشات کی رو میں بہہ جائیں پھر ہم نفرتوں کے بیج بونے لگیں اور قتل وغارت پہ آ جائیں تو اپنے بارے ہم کیا کہیں گے۔ سوال تو یہ ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل کے پاس کوئی ہادی تو نہیں تھا۔ اسے دامن رسالت پناہی ﷺ تو اس کے ہاتھ میں نہیں تھی اُس کے سامنے وہ روشن چراغ نہیں تھا جو اللہ نے ہمارے سامنے کر دیا۔ جس کے نور نے ہمارے سینے منور کر دیئے۔ اب اگر ہم حضور ﷺ کی دعوت حضور ﷺ کی بعثت اور نور نبوت کی تقسیم کے بعد بھی آنکھیں بند کر کے جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہ کئے جائیں گے تو دیکھیے حشر کو کیا ہوگا۔ اپنا فیصلہ آج بھی ہم کریں خود اندازہ کریں موازنہ کر کے اب ہم اپنے لئے کیا کہتے ہیں اور یہ واقعہ ہوگا اسی طرح حشر کو کوئی عدالتیں نہیں بنائی جائیں گی کوئی ججوں کی کمیٹی نہیں بنے گی کوئی فرشتوں کی کمیٹی نہیں بنے گی۔ کوئی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کوئی کمیٹی نہیں بنے گی کچھ بھی نہیں ہوگا اعمال نامے پکڑا کر فرما دیا جائے گا۔

اقرأ کتبک۔ یہ اپنے کرتوت پڑھ۔ کفی بنفسک الیوم علیک حسیباً۔ تو اپنے لئے خود ہی بہترین جج ہے۔ ذرا دیکھ تو نے کیا کرتوت کئے۔ آج تو اپنا جج ہے۔ جو کچھ تو نے دنیا میں فیصلے کئے اُن کا جو انجام ہے تجھے بھگتنا پڑے گا۔ تیرا دنیا کا ہر لمحہ بحیثیت ایک جج تو نے گزارا ہے۔ تیرے سامنے جب بھی موقع آیا ہے تو نے فیصلہ کیا ہے کہ میں یہ کروں گا۔ وہ تیرے فیصلے آج تیرے ہاتھ میں ہیں۔ آج ان پر نتائج مرتب ہوں گے فیصلے تیرے ہیں آج ان پہ نتائج مرتب ہوں گے۔

تو قرآن کریم اس طرف دعوت دے رہا ہے کہ یہ بُری بات نہیں ہے دنیا کی محبت۔ دنیا بہت خوبصورت ہے دنیا بڑی اچھی ہے اللہ کی تخلیق

ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی کوئی چیز خراب کیسے ہو سکتی ہے۔ وہ تو مالک کائنات ہے کسی انسان کو کسی کاریگر کو آپ کہیں کہ بھئی آپ بہت اچھے کھلونے بناتے ہیں لیکن اُن میں آدھے بیکار ہوتے ہیں تو وہ تو اُسے اپنی سخت توہین سمجھے گا۔ ایک درزی سے کہیں کہ آپ بہت اچھے کپڑے سیتے ہیں لیکن کچھ تو آپ بالکل بے کار کر دیتے ہیں تو وہ تو آپ سے لڑنے کو آئے گا کہ یہ کونسا میں نے خراب کیا۔ کس کی بات کررہے ہو۔ میری شہرت پہ دھبہ لگا رہے ہو مخلوق برداشت نہیں کرتی کہ وہ جو صنعت کرتی ہے کوئی چیز بناتی ہے کسی کاریگر سے کہیں کہ آپ کے کارخانے میں جو پُرزے ڈھلتے ہیں اچھے ہیں لیکن اُن میں پُرزے بھی ہیں خراب بھی ہیں تو وہ آپ کی بات کا کیا اثر لے گا۔

تو چیزیں اُس مالک الملک نے بنائی ہیں وہ خراب نہیں ہیں۔ دنیا میں حسن بھی ہے دنیا میں ساری لذتیں بھی ہیں دنیا بہت خوبصورت بہت پیاری ہے اور اُس کی فطری محبت بھی ہمارے دل میں ہے یہی آزمائش بن گئی ہے کہ اس سارے عالم حسن کو استعمال کرو خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ سب کچھ تمہارے لئے بنا دیا۔ اسی سے علما فرماتے ہیں کہ بنیادی طور پر ہر چیز میں حلت ہے۔ جب تک شرعی طور پر اُس کی حرمت ثابت نہ ہو جائے۔ بنیادی طور پر ہر چیز حلال ہے۔ حرام ثابت کرنی پڑے گی شریعت سے چونکہ اللہ نے فرما دیا۔ خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ ہر چیز تمہارے لئے بنائی ہے تو حلال ہوگی اب حرام ثابت کرنی پڑے گی شریعت سے۔ تو حرام کا عربی میں مفہوم تو ہے منع روک دیا گیا ہے جس سے تو شرعاً جس سے روک دیا جائے تو اُس میں اللہ کی ناراضگی بھی آ جاتی ہے اس لئے اُس کا معنی ذرہ زیادہ گھمبیر ہو جاتا ہے۔ تو فرمایا دنیا میں رہو کسی نے روکا ہے میں نے تمہارے لئے بنائی ہے۔ میں نے تمہیں دنیا کی محبت دی ہے۔ بیوی بچوں کے ساتھ خوش رہو' اچھا گھر بناؤ' اچھا پیسہ کماؤ' آرام سے رہو لیکن یہ بھی تو دیکھو جس نے یہ محبت دی ہے جس نے یہ مال دیا ہے۔ جس نے یہ بیوی بچے دیے ہیں جس نے خوبصورت دوست' خوبصورت بہن بھائی دیے ہیں خوبصورت گھر خوبصورت گاڑیاں جس نے دی ہیں خوبصورت شکل خوبصورت کپڑے جس نے دیئے ہیں اُس سے محبت کا بھی کوئی تقاضا ہے کہ نہیں ابھی ذرا سوچ کہ یہ تو میں نے تمہیں غیر شعوری طور پر دے دی نا۔ اب میں تمہاری شعوری محبت کا تقاضا کرتا ہوں کہ تم اس سب کا تجزیہ کر کے اپنی عقل و شعور سے فیصلہ کرو گے یہ سب محبتیں بجا میری ضرورت ہیں لیکن عقلاً اور شعوری طور پر میرا فیصلہ یہ ہے کہ یہ مجھے تیری بارگاہ سے ہٹا نہیں سکتیں۔ جہاں یہ تیرے اور میرے درمیان رکاوٹ بننے لگیں گی میں انہیں لات مار دوں گا۔ اسلام یہ ہے کہ یہ فطری جذبے جب اللہ کی محبت' اللہ کی محبت جو ہے رسول اللہ ﷺ کی محبت جو ہے یہ ہمارے عقل و شعور کا فیصلہ ہے۔ ہر بندے کا ذاتی فیصلہ ہے کہ مجھے حضور ﷺ کا اتباع کرنا ہے۔ میں حضور ﷺ کو اللہ کا رسول مانتا ہوں۔ ہر بندے کا شعوری اور عقلی فیصلہ ہے کہ اللہ واحد ولاشریک ہے اور میں اُس کی عبادت کرتا ہوں فرمایا یہ جو غیر شعوری محبت ہے اسے اتنا نہ بڑھا لو۔

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرہ دیکھ ذرہ بند قبا دیکھ

اپنی حیثیت تو دیکھ اپنا دامن تو دیکھ اپنی قوت کا اندازہ تو کر تو ہے کون تیری حیثیت کیا ہے۔ جس کے دیے پہ جی رہا ہے اور جس کی دی ہوئی محبتوں سے فائدہ اٹھا رہا ہے مستفید ہو رہا ہے اُس سے محبت نہیں کرتا۔ اُس کی محبت سے انکار کرتا ہے تو تیرے پاس کیا بچے گا۔ فرمایا ذلک متاع الحیوۃ الدنیا۔ یہ دنیوی زندگی کی ضرورتیں ہیں۔ واللہ عندہ حسن المآب۔ لیکن اللہ کے پاس جو کچھ ہے اگر تم

اپنی عقلی اور شعوری محبت کو سلامت کرلو اور اللہ سے محبت کرلو۔ اللہ کے نبی سے پیار کرلو اور اطاعت کرلو تو اُس میں اللہ کے پاس جو کچھ ہے۔ جس نے اُسے نہیں مانا۔ اسے بھی اُس نے یہ سب دے دیا۔

حضور ﷺ کے ایک ارشاد کا مفہوم ہے کہ دنیا کی اگر مچھر کے پر کے برابر بھی قیمت اللہ کی بارگاہ میں ہوتی تو کافر کو نہ دیتا۔ یعنی جن لذتوں پہ تو فدا ہو رہا ہے ان کی وہاں کوئی قیمت نہیں۔ اس لئے کہ یہ اُن نعمتوں کے مقابلے میں جو اللہ کے پاس ہیں جو ابدی زندگی میں اُن کے مقابلے میں ان کی حیثیت مچھر کے پر جتنی بھی نہیں ہے۔ یہ جن خواہشوں اور جن لذتوں کے پیچھے تو اللہ کی ناراضگی مول لے رہا ہے۔ ارے بے وقوف جو نعمتیں اُس کی بارگاہ میں موجود ہیں جو وہ تجھے عطا کرنا چاہتا ہے۔ تیری اطاعت پر جو عطا کرے گا اُس کے سامنے ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔

واللہ عندہ' حسن المآب. اللہ کے پاس جو ہے وہ بہت خوبصورت ہے بہت ہی اچھا ہے اور وہ اس لئے بہت اچھا ہے کہ وہ ہمیشہ بہت اچھا ہے۔ یہ دنیا کی لذتوں کے آپ انجام سے تو واقف نہیں۔ میں اس کے انجام سے تو واقف نہیں آج میرے پاس اچھا گھر ہے اچھی گاڑی ہے اولاد ہے بھائی ہیں کل کچھ بھی نہیں رہے گا تو کون روک سکتا ہے یعنی دنیا کی جتنی بھی نعمتیں ہیں اُن کا ایک جو نقص ہے وہی کافی ہے کہ ان میں دوام نہیں۔ یہی نقص کافی ہے۔ اور جو اُس کے پاس ہیں وہ ہمیشہ کے لئے ہیں یہی ایک ایک صنعت میں موازنہ کرلو تو اندازہ ہو جائے گا کہ باقی باقی ہے اور فانی فانی ہے۔ اللہ کے پاس جتنی ہیں اُن کا انجام بھی بہت خوبصورت جوں جوں آگے بڑھتی ہیں جوں جوں خوبصورتی میں بڑھتی جاتی ہیں۔ دنیا کی نعمت جوں جوں استعمال ہوتی ہے اُس کا حسن جوں جوں گھٹتا چلا جاتا ہے۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

اناللہ وانا الیہ راجعون

☆ راولپنڈی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی میجر (ر) ہمایوں صاحب کی خالہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔

☆ گوجرہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی رانا احمد نواز صاحب کی پھوپھی جان وفات پا گئی ہیں۔

☆ ہری پور سے سلسلہ عالیہ کے بزرگ ساتھی ضمیر احمد صاحب کی والدہ ماجدہ وفات پا گئی ہیں۔

☆ ہری پور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی میاں خان صاحب کی اہلیہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔

☆ اٹک سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی منظور احمد صاحب کی بیٹی وفات پا گئی ہیں۔

☆ اٹک سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی توقیر احمد صاحب کے بھتیجے فوت ہو گئے ہیں۔

☆ عبدالروف (انانوالی ضلع ننکانہ صاحب) کی والدہ وفات پا گئی ہیں۔

☆ کامونکی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد شمعون کے بہنوئی اور خالد محمود کے والد محترم وفات پا گئے ہیں۔

☆ تنظیم الاخوان پشاور کے امیر مصباح الرحمن کے والد محترم وفات پا گئے ہیں۔

☆ عبدالمجید (اسلام آباد) کی نانی جان وفات پا گئیں۔

☆ حاجی عبدالوحید (کناری بازار لاہور) کی اہلیہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔

☆ سید علی اصغر شاہ (کیلیانوالہ گوجرانوالہ) کی اہلیہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔

ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

سوال وجواب

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 25-07-2006

سوال: اہل تصوف کے دو نظریات وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا کیا مطلب ہے۔ وضاحت فرمائیے۔

الحمدللّٰہ رب العلمین ۝
والصلوۃ والسلام علی حبیبہ محمد و الہ
واصحابہ اجمعین ۝
اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم ۝
بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۝

جواب: صوفیا کے مختلف مدارج مختلف مراقبات اور مختلف کیفیات ہوتی ہیں جس طرح علوم ظاہری میں اسباق چلتے ہیں اُس طرح کیفیات باطنی بھی سبق در سبق چلتی ہیں اور اُن کی مختلف کیفیات ہوتی ہیں۔ تو جن دوستوں کے اسباق ہیں وہاں تک آپ اور جنہیں مشاہدہ ہے اندازہ فرماتے ہوں گے کہ جب "مراقبہ فنا" کیا جاتا ہے تو اُس میں ہر چیز فنا ہوتی نظر آتی ہے حتی کہ ساری کائنات فنا ہو جاتی ہے کچھ باقی نہیں بچتا۔ کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ ہر چیز فنا ہو جاتی ہے۔ اُس کے بعد جب بقاباللہ کا مراقبہ کیا جاتا ہے۔

ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ۝ تو ہر وجود کے ساتھ قادر مطلق کے انوارات نظر آتے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ قائم ہے تو سامنے سمجھ آ رہی ہوتی ہے کہ قائم بذات صرف اللہ کی ذات ہے باقی سارے وجود اُس کے قائم رکھنے سے قائم ہیں اُس کے بنانے سے بنتے ہیں اور اُس کے مٹانے سے مٹ جاتے ہیں اُن کی اپنی ذاتی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جب اس کیفیت سے صوفیاء گزرے تو انہوں نے یہ کہا کہ وجود دراصل ایک ہی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ۔ جو ازل سے ہے ابد تک ہے ہمیشہ ہے ہر حال میں ہے ہر جگہ ہے باقی نہ ہونے کے برابر ہیں اور صرف اُس کے قائم رکھنے سے قائم رہتے ہیں اُس کے مٹا دینے سے مٹ جاتے ہیں اُن کی کوئی ذاتی حیثیت نہیں ہے۔ ایسے "وحدت الوجود" کا نام دیا گیا ہے کہ وجود صرف ایک ہے واحد ہے لاشریک ہے۔ باقی وجودوں کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے جو کچھ کائنات میں ہے یا جہاں تک جو کچھ ہے اُس کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب اس نظریے کو اپنی کتاب میں جگہ دی اور اُس پر بحث فرمائی تو پھر یہ مستقل ایک نظریہ بن گیا۔ لیکن اس کا مفہوم یہ تھا جو میں عرض کر رہا ہوں۔ بعد میں جو لوگ آئے یہ بات کاملین کی تھی اہل علم کی تھی۔ بعد میں جب لوگ آئے اُن کا کمال نہ علوم باطنی میں اس پائے کا تھا نہ علوم ظاہری میں اُن کے علوم اس پائے کے تھے تو اس میں ایک قباحت آ گئی۔ بجائے اس کے کہ یہ سمجھا جاتا کہ اللہ ہی باقی ہے جو کچھ ہے یہ فانی ہے۔ سمجھا یہ جانے لگا کہ ہر وجود میں اللہ ہے۔ وحدت الوجود کا جو مفہوم تھا وہ یکسر بدلنے لگا تو یہ ہندوؤں والا عقیدہ بننے لگ گیا تھا جیسے ہر وہ طاقت جسے وہ ناقابل تسخیر سمجھیں وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں بھگوان موجود ہے بڑا پہاڑ ہو تو اُس کی پوجا شروع کر دو بڑا درخت ہو تو اُس کی پوجا شروع کر دو۔ کوئی بھی جانور ایسا ہوتا ہو قابو نہ آئے تو اُس کی پوجا کرنا کہ اس میں

Contine Page 28

"کربلا کا درس"

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال 9-03-2003

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم o

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ o بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ o اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُرٗ

عزیزانِ گرامی! رب العالمین کے اس جاری کردہ نظام کائنات میں انسان کی آزمائش یہ ہے کہ اُسے جو اختیار و اقتدار دیا گیا ہے جو قوت دی گئی ہے اُس قوت کو، اپنی حیثیت کو، چونکہ اللہ نے کسی کو مالی حیثیت دی ہے، کسی کو علمی حیثیت دی ہے، کسی کو اقتدار واختیار دیا ہے، اور کسی میں ساری چیزیں جمع فرما دی ہیں۔ یہ سب اللہ کی امانت ہیں اور اس دنیا میں جو معیار نیکی اور بدی کا اللہ کریم نے مقرر کر دیا ہے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرما کر، اور اپنی آخری کتاب نازل فرما کر، قیامت تک کیلئے حق و باطل کو واضح فرما دیا۔ اب انسان اس کارگہ حیات میں جو فیصلے کرتا ہے۔ جو اس کی طاقت و قوت خرچ ہوتی ہے۔ جو اس کی زبان سے بات نکلتی ہے۔ جو اس کے قلم سے الفاظ نکلتے ہیں کیا وہ حق و صداقت کا ساتھ دے رہے ہیں اللہ کی اطاعت کے زمرے میں آتے ہیں اللہ کے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے ضابطوں اور قاعدوں کے مطابق ہیں یا ان کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ہوتا وہ نہیں جو انسان چاہتا ہے ہوتا وہ ہے جو رب العالمین چاہتا ہے۔ انسان کے پاس صرف اپنی رائے کے لئے اپنی قوت، اپنا زور، کسی پلڑے میں ڈالنے کے لئے اللہ نے ایک قوت فیصلہ دے دیا اور یہی اس کا اختیار ہے۔ اگر وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ مجھے اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرنی ہے تو فرمایا۔ یھدی الیہ من ینیب۔ جو یہ فیصلہ کرے کہ مجھے اللہ کا قرب چاہیے مجھے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنی ہے اس کے لئے ادھر کا راستہ کھول دیتا ہوں اگر کوئی مخالفت کرنا چاہتا ہے۔ جیسے اہل مکہ نے مخالفت کی، مشرکین عرب نے مخالفت کی۔ لیکن ان کی مخالفت حق کو دبا نہیں سکی۔ رسول ﷺ کو، آپ کے دین کو، اور اللہ کی کتاب کو روک نہیں سکی ہاں مٹانے والے مٹتے گئے اور دین برحق پھیلتا گیا۔ حتی کہ تاریخ گواہ ہے کہ جب روئے زمین کی کافر طاقتیں جمع ہو گئیں تھیں کہ اس دین کو مٹا دیا جائے اسلئے کہ اس میں صرف اللہ کی عظمت تھی بندوں کی خدائی کا انکار کر دیا گیا تھا۔

اسلام اللہ کی کبریائی سے شروع ہوتا ہے آپ اذان کہتے ہیں دعوت دیتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ اللہ اکبر، بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُس کے کان میں کہتے ہیں اللہ اکبر، نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں اللہ اکبر، کسی جانور کو ذبح فرماتے ہیں تو پڑھتے ہیں بسم اللہ اللہ اکبر، اور بندہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو آپ تکبیر کہہ کر ہی اس کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ یعنی اسلام کی ابتداء اور انتہا اللہ اکبر ہے کہ کبریائی

وہ الگ ہوتی ہے اس طرح بے شمار لوگ اللہ اللہ سیکھتے ہیں کیفیات باطنی حاصل کرتے ہیں ایک ہی اُستاد سے ایک ہی وقت میں کرتے رہتے ہیں لیکن ہر ایک کا حال الگ ہوتا ہے۔ جس طرح کی کیفیات کی استعداد اللہ کریم نے اُس کے وجود میں رکھی ہوتی ہے اُس طرح کی کیفیات بھی وہ حاصل کرتا ہے اور جس طرح کا شعور و آگہی کا مادہ اُس میں اللہ کریم نے رکھا ہوتا ہے اُسی طرح سے وہ سمجھتا ہے۔ تو اصولی بات یہ ہے کہ جو بنیادی عقائد ہیں شریعت کے وہ اصل ہیں آگے یہ سب تشریحات ہیں اور کوئی تشریح اُن حدود سے متجاوز نہیں ہونی چاہئے جو شریعت مطہرہ نے متعین فرما دی ہیں۔ اُن حدود کے اندر وضاحتیں ہیں تفصیلات ہیں۔ جیسے قرآن حکیم کی تفسیر میں بے شمار تفصیل لکھی حضرات نے اللہ مفسرین کرام پر کروڑوں کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے لیکن اُس سب کا معیار یہ ہے کہ وہ جتنی تفصیل میں چلے جائیں وہ تفصیل اُن حدود کے اندر ہونی چاہئے جو حضور اکرم ﷺ نے متعین فرما دیں۔ شارحین حدیث نے حدیث مبارکہ پر بڑی لمبی بحثیں فرمائی ہیں۔ مختلف لوگوں نے اعتراض کیے حضرات نے اُن کے جواب دیئے اور ایک ایک حدیث پر بہت بڑی بڑی لمبی بحثیں ہیں تو شرط بنیادی صرف یہ ہے کہ جو نبی کریم ﷺ کی مراد تھی۔ ارشاد سے آپ ﷺ کی مراد کیا تھی اُس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس کا کیا مفہوم سمجھا اُس پر حضور ﷺ کے سامنے کیسے عمل کیا اور حضور ﷺ نے اُسکی تصدیق فرمائی وہ ہو جاتی ہے۔ اُن الفاظ سے مراد کیا تھا اُس حد کے اندر جتنی تشریح جتنی تفصیل ہوتی رہے۔ جب اُس حد سے متصادم ہوگی تو باطل ہو جائے گی۔ چونکہ حق اُس حد کے اندر ہے۔ اس طرح صوفیا کے مراقبات ہوتے ہیں کیفیات ہوتی ہیں مختلف کیفیات سمجھتے ہیں وہ اور اُن کی تعبیرات اُن کو دیتے ہیں لیکن ان سب کی بھی شرط یہی ہے کہ شریعت مطہرہ کی حدود کے اندر جو کچھ ہے وہ حق ہے جہاں سے کسی کی کیفیت یا کسی کا کشف یا کسی کا الہام شریعت سے متصادم ہوگا تو وہ باطل ہو جائے گا اور شریعت برحق ہے۔

ہوتا یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی ساری شریعت کشف والہام سے وحی سے حاصل فرمائی۔ وحی کی کیفیت بھی صرف نبی پہ ظاہر ہوتی ہے کوئی دوسرا جو پاس بیٹھا ہوا اور وحی نازل ہو رہی ہو تو دوسرے کو سمجھ نہیں آتی۔ اس طرح کشف والہام بھی صاحب کشف الہام پہ وارد ہوتا ہے کوئی ساتھ دوسرا بیٹھا ہو اُسے سمجھ نہیں آتی۔ لیکن نبی ﷺ پر جو وارد ہوتا اس میں دو باتیں یقینی تھی۔ اُس میں ایک تو حضور اکرم ﷺ پہ جو کچھ وارد ہوتا وہ حق ہوتا تھا اُس میں شیطان مداخلت نہیں کر سکتا تھا۔ دوسری بات یہ تھی کہ جو کچھ حضور ﷺ پہ وحی سے یا کشف سے یا نبی کا خواب بھی وحی الٰہی ہوتا ہے۔ خواب سے بھی اگر کوئی بات نبی پہ وارد ہوتی ہے تو وہ بھی وحی ہوتی ہے اور وہ بھی برحق ہوتی ہے نہ اُس میں شیطان مداخلت کرتا ہے اور نہ اللہ کے نبی کو سمجھنے میں غلطی لگتی ہے۔

جو کشف اور مجاہدہ صوفیاء کو ہوتا ہے وہ بھی وہی ہوتا ہے جو نبی کو ہوتا ہے اس لئے کہ باتباع نبی اور نبی کی اطاعت میں فنا ہونے سے وہ برکات نصیب ہوتی ہیں لیکن یہاں بہت بڑا فرق ہے اُسے سمجھنے میں بھی غلطی لگ سکتی ہے اور اُس کے مشاہدے یا اُس کے القایا کشف میں شیطان بھی مداخلت کرتا ہے یہ دونوں خطرات ولی کے ساتھ موجود ہیں جو نبی کے ساتھ نہیں ہیں لہٰذا ہر ولی اللہ کا کشف و مشاہدہ محتاج ہے نبی کے ارشادات عالیہ کا۔ اگر حضور ﷺ کے احکام کی حدود کے اندر ہے اُس کے مطابق ہے تو درست ہے اگر متصادم ہے تو باطل ہے۔ دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ جو کشف نبی کو ہوتا ہے جو الہام نبی کو ہوتا ہے جو وحی نبی پہ آتی ہے جو خواب اللہ کا نبی دیکھتا ہے ساری اُمت اُس کی مکلف ہوتی ہے پوری اُمت کو وہ ماننا پڑتا ہے۔ جو مشاہدہ ولی کو ہوتا ہے کوئی

دوسرا بندہ اُس کا مکلف نہیں۔ صاحب مشاہدہ اگر اُس کا مشاہدہ شرعی حدود کے اندر ہے تو وہ اُس پر عمل کرنے کا پابند ہے اُسے اس پر عمل کرنا چاہئے لیکن کوئی دوسرا بندہ اُس کے کشف کا پابند نہیں ہے کہ فلاں کو یہ کشف ہوا اس لئے میں یہ عمل کروں یہ شان صرف انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ہے تو لہذا کوئی بھی نظریہ ہو یا اُسے آپ اصطلاح کہیں یا کشف کہیں یا مشاہدہ کہیں تو بنیاد شریعت مطہرہ ہے اور ارشادات نبوی ﷺ اور قرآن اور حدیث ہے اور سنت ہے اُس کے اندر اندر اُس کی تشریحات اُس کی تفصیلات علماء کو اللہ کریم علم کے راستے بتا دیتا ہے علم کے ذریعے سے سمجھا دیتا ہے اور بڑی بڑی بخشیں علماء حضرات نے فرمائی ہیں اور علماء ہی کو مشاہدات بھی نصیب ہوتے ہیں جو اس طرف آجائے اُسے اللہ کریم کشف اور مشاہدے سے سرفراز فرماتے ہیں ان کے کشف سے کوئی نیا حکم نہیں ہو سکتا اور شرعی حدود سے باہر بھی نہیں ہو سکتیں۔

و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

امیر المکرم کے بیانات اب ''ٹی وی چینل'' پر

الحمد للہ امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کے پنجابی کے تفسیر قرآن کے بیانات ''اپنائی وی چینل'' (پنجابی) پر باقاعدگی کے ساتھ ٹیلی کاسٹ ہونا شروع ہو گئے ہیں بیانات شام پانچ بجے کے خبرنامے کے بعد روزانہ (علاوہ ہفتہ اتوار) نشر ہو رہے ہیں۔ تمام ساتھیوں سے گزارش ہے کہ بیانات باقاعدگی کے ساتھ سنیں اور دیگر دوست احباب کو بھی مطلع کریں۔

ضرورت ہے

سلسلہ عالیہ کے میڈیا ڈیپارٹمنٹ کو مندرجہ ذیل تجربہ کار سٹاف کی فوری طور پر ضرورت ہے جس کے لئے مارکیٹ ریٹ کے مطابق معاوضہ دیا جائے گا۔

1- ڈیجیٹل ویڈیو کیمرہ مین۔

2- ایڈیٹنگ سٹاف جو کہ Adobe Premiere/Matroxe RTX100 کا تجربہ رکھتے ہوں۔

3- اُردو انگلش کمپوزر آپریٹر۔

جو ساتھی سلسلہ عالیہ کے میڈیا ڈیپارٹمنٹ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پارٹ ٹائم Basis پر فری کام کرنا چاہتے ہیں وہ بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

آڈیو اینڈ ویڈیو کیسٹس کی ترسیل

لاہور سے آڈیو کیسٹیں اور ویڈیو سی ڈیز کی ڈاک کے ذریعے سے باقاعدہ سپلائی کی جا رہی ہیں۔ احباب منی آرڈر یا کسی دوسرے طریقے سے رقم بھجوا کر اپنی ضرورت کے مطابق آڈیو کیسٹس یا ویڈیو سی ڈیز منگوا سکتے ہیں۔ اگر احباب کو آڈیو کیسٹس یا ویڈیو سی ڈیز سے متعلق کوئی شکایات یا تجاویز ہوں تو وہ بھی ارسال کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ سالانہ جلسہ بعثت رحمت عالم ﷺ کی آمد آمد ہے اس کے لئے بھی جو احباب میڈیا سے متعلق ہیں ان سے گزارش ہے کہ جلسہ کی Proper Coverage کے لئے ہم سے رابطہ کریں۔

(برائے رابطہ) رحمت اللہ ملک 6- مزنگ روڈ' لاہور' فون 042-7310974 موبائل 0333-4363022

E-mail-rahmat@rahmat.com

بھگوان ہے۔تو وہ جو اس میں قباحتیں در آئیں نااہلوں کی وجہ سے وہ یہ تھیں۔ ان قباحتوں کی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے مقابلے میں بدل کر وحدت الشہود کا لفظ دیا کہ ہر چیز ہر وجود اُس کی وحدت پہ گواہ ہے یعنی ہر وجود کی جو ذات ہے وہ اُس کی قدرت کاملہ پہ گواہ ہے اور اُس کی شہادت دے رہی ہے تو یہ اُن قباحتوں سے بچنے کے لئے اس کی اصلاحی صورت تشکیل دی گئی جس میں خطرہ کم تھا یا نہ ہونے کے برابر تھا۔ اب جسے گمراہ ہونا ہو اور کوئی ایسی گستاخی کر بیٹھے کہ اللہ کریم اُسے رد کر دے تو وہ تو گمراہ ہوتا ہی ہے۔

ویھدی الیہ من ینیب. قرآن حکیم کتاب ہدایت ہے لوگ اُس کی وجہ سے اعتراض تراش کر گمراہ ہو جاتے ہیں تو جو آب حیات پی کر مر جائے اب اُس کا کیا علاج ہے لیکن وہ جو خطرات تھے وہاں اس میں وہ خطرات ختم ہو گئے اور اصل بات نکھر کر سامنے آ گئی۔ تو ہر وجود کی اپنی ایک حیثیت ہے چونکہ اللہ نے اُسے تخلیق فرمایا ہے اُسے حقوق دیے ہیں اُسے زندگی دی ہے یا اُسے شعور دیا ہے لیکن وہ گواہ ہے اللہ کی قدرت کاملہ پر۔ تو وحدت الشہود سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی گواہی ہر وجود دے رہا ہے۔ وہ انسان ہے یا حیوان ہے جاندار ہے نباتات ہے آسمان ہے یا زمین ہے کوئی وجود بھی ہے تو وہ ایک ہی شہادت دے رہا ہے اور سب کی شہادت جو ہے وہ اللہ کی قدرت کاملہ پر ہے اُس کے خالق اور اُس کے قادر مطلق ہونے پر ہے تو یہ اُن خطرات سے بچنے کے لئے جو لوگوں کی علمی یا باطنی استعداد کی کمزوری کی وجہ سے وحدت الوجود کی اصطلاح سے در آئے تھے اُن سے بچنے کے لئے یہ راستہ اپنایا گیا۔ وحدت الشہود کا تو یہ اصطلاحات ہیں یہ نظریات نہیں ہیں یہ اصطلاحات ہیں۔ نظریات یا عقائد وہی ہیں جو شریعت مطہرہ نے بیان فرما دیے۔ اب مختلف کیفیات کے اظہار کے لئے مختلف اصطلاحات ہیں میں یہ نہیں سمجھتا کہ یہ کوئی عقائد ہیں یا نظریات ہیں یہ اصطلاحات ہیں جن سے اُس کیفیت کا اظہار مطلوب ہے تو اپنی اصل میں دونوں درست ہیں اُن میں اختلاف نہیں ہے۔ صرف یہ ہے کہ وحدت الوجود جب کہا گیا تو اُس میں خطرات در آئے اور بجائے اس کے کہ یہ سمجھا جاتا کہ ہر وجود جو ہے اُس کی ذاتی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ اللہ کے قائم رکھنے سے قائم ہے اور وہ قائم نہ رکھے تو قائم نہیں ہے۔ سمجھا یہ جانے لگا کہ ہر وجود ہی اللہ ہے۔ تو اُس اصطلاح کی جگہ دوسری اصطلاح حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو لائے وہ تھی وحدت الشہود کہ ہر وجود کی شہادت جو ہے وہ ایک ہے اور اللہ کی وحدت پر ہے۔ اُس کے خالق کائنات، خالق کل اور قادر مطلق ہونے پر ہے تو یہ دو نظریات ہیں اور دراصل یہ اہل علم کی باتیں ہیں اور ایسے لوگوں کی باتیں ہیں جن کے پاس علوم ظاہر بھی ہوں اور انہیں کمالات باطنی بھی حاصل ہوں۔ تو عموماً اہل علم جو اس شعبے میں آتے ہیں تو یہ اُن کے بحث کرنے کی باتیں ہیں جب عوام کی سطح پہ آتی ہیں تو وہ اپنی استعداد اور اپنی سمجھ اور اپنے علم کے مطابق اسے سمجھتے ہیں اور اُس میں غلطیاں ہوتی ہیں۔ دراصل بات ایک ہی ہے اُس کے لئے اصطلاحیں دو ہیں اور یہ تو بنیادی عقائد میں سے ہے کہ اللہ کریم باقی ہے باقی ہر چیز فانی ہے۔ جو بنیادی عقیدہ ہے اسلام کا اُس میں سے ہے کہ قائم بذات صرف اللہ ہے باقی ہر چیز فانی ہے اور جسے اللہ بناتا ہے بنتی ہے جسے اللہ مٹا دیتا ہے مٹ جاتی ہے۔

یہ ایک ایسا فن ہے یہ ایک ایسا فن ہے کہ اس میں ہر شخص کو اپنی استعداد اور اپنی علمی استعداد، جس طرح اللہ کریم نے مختلف استعداد دی ہے علم کے لئے، علم ظاہر کے لئے دو شخص اکٹھے پڑھتے ہیں ایک استاد سے پڑھتے ہیں ایک جیسی کتابیں پڑھتے ہیں لیکن دونوں کی حیثیت الگ الگ ہوتی ہے۔ اس لئے کہ دونوں کی اپنی استعداد جو ہے حصول علم کی

صرف اُس ذات کی ہے۔ بڑا اللہ ہے۔ باقی سب مخلوق ہے اور محتاج ہے۔ اسلام کا یہ نظریہ اسلام کو یہ قوت دیتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس دین کو مٹانے پہ قادر نہیں ہے۔ ہاں مختلف ادوار میں زیر و بم آتے ہیں۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ صحابہ کرام کا اخلاص تھا کہ تئیس برس میں قرآن کریم نازل ہوا۔ قرآن ساری انسانیت کے لئے دعوت تھی یہ جمہور اور جمہوریت کا تصور سب سے پہلے محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا اور فرمایا یاایھا الناس یہ پہلا کلمہ تھا جس میں اولادِ آدم کو خطاب فرمایا گیا۔ ورنہ اقوام عالم ہمیشہ اپنی قومی برتری، اپنے ملک کی بڑائی، اپنی ذات کی بڑائی، میں مصروف رہتی تھیں۔ یہ پہلی ہستی تھی جس نے آواز لگائی یاایھا الناس انی رسول اللہ علیکم جمیعا ٥ اے اولادِ آدم تم جہاں تک ہو میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں۔ قولو لا الہ الااللہ تفلحوا ٥ تم مسائل میں الجھے ہوئے ہو۔ پریشانیوں کا شکار ہو۔ دکھوں کے مارے ہوئے لوگو! میرے پاس آؤ۔ سارے دکھ میرے قدموں میں ڈال دو۔ اور اپنی خوشیوں اور مسرتوں سے جھولی بھر کے لے جاؤ۔ قولوا لاالہ الااللہ کہہ دو۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تُفلحُوا۔ فلاح پا جاؤ گے۔ فلاح اتنا وسیع المعانی لفظ ہے کہ جس سے ذات کی، خاندان کی، قوم کی، ملک کی، سلطنت کی، دنیا کی، اور آخرت کی، کامیابی مراد لی جاسکتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے مشروط نہیں فرمایا کہ ایک کام سے تم ایک مصیبت سے نجات پاؤ۔ فرمایا نہیں، تُفلحُوا فلاح پا جاؤ گے دنیا و آخرت ہر جگہ کی کامیابی تمہیں نصیب ہو جائے گی۔

تئیس سال میں دین نازل ہوا۔ اور حضور دنیا سے پردہ فرما گئے۔ دنیائے کفر کی ساری طاقتیں اس بات پر متحد ہوگئیں۔ کہ اس نئی آواز کو مٹا دیا جائے۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ وصال نبوی کے تئیس برسوں کے اندر اندر یعنی "تئیس" سال نزول کا عرصہ ہے۔ اور صحابہ کرام کا خلوص دیکھیے کہ انہی تئیس برسوں کے اندر اندر افریقہ سے سائبریا تک اور ہسپانیہ سے چین تک اسلامی ریاست بن چکی تھی۔ اور بڑی بڑی سلطنتیں اور بڑی بڑی سپر پاورز اسکی خس و خاشاک میں بہہ گئی تھیں۔ آج کی سپر پاور کی وہ حیثیت نہیں ہے۔ جو اس زمانے کی تھی آج جو پہلے ایٹم چلا دے گا وہ سپر پاور ہے۔ اس وقت سپر پاورز وہ تھیں۔ جن کے پاس افرادی قوت بھی تھی۔ اور تربیت یافتہ افواج بھی تھیں۔ اور بھرے ہوئے خزانے بھی تھے۔ قیصر سپر پاور، کسریٰ سپر پاور تھا۔ جن کے ایک ایک گورنر کے پاس، ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ فوج ہوتی تھی۔ تربیت یافتہ اور جدید ترین سدھائے ہوئے گھوڑے اور اسلحہ ہوتا تھا۔ لیکن اس کا اپنا ایک نظام ہے فرمایا جاءَ الحَقُّ وَزَھَقَ البَاطِلُ ٥ اِن البَاطِلَ کَانَ زَھُوقًا ٥ یہ صحابہ کا خلوص تھا الحمدللہ کہ تئیس برسوں میں اسلام روئے زمین پر پھیل گیا۔ انقلابات زمانہ کو دیکھو! مسلمانوں پر بڑے بڑے کٹھن وقت آئے۔ کیوں آئے؟ جب ہمارے خلوص میں کمی آئی۔ جب ہمارے کردار میں خامیاں آئیں اور جب ہم نے خلوص نیت سے اتباع رسالت کی بجائے اپنی ذات کے لئے چیزیں جمع کرنا، خود کو بڑا بنانا شروع کیا۔ تو اللہ اکبر بھول گیا۔ اپنی بڑائی کا ہم اعلان کرنے لگے۔ دولتیں جمع کرنے لگے۔ دنیاوی مفادات میں کھو گئے۔ تو بڑی بڑی مصیبتیں آئیں، میں تھوڑے سے وقت میں ایک ہی مثال دیتا ہوں اور وہی کافی ہے کہ عیسائیوں نے وسط ایشیاء کے تاتاریوں کو ابھارا۔ جب چنگیز خان قوت حاصل کر رہا تھا تو مغرب کے عیسائیوں نے دو فائدے اٹھانا چاہے۔ ایک تو اس وقت وہ ہسپانیہ میں مسلمانوں کی قدیم ریاست کو تاراج کر رہے تھے اور ایک قانون بنا دیا تھا کہ یا عیسائی ہو جاؤ یا ہسپانیہ خالی کر دو ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ کوئی تیسرا راستہ نہیں۔ اور

آپ کی اطلاع کے لئے ایک بات عرض کرتا چلوں۔ ضمنی سی بات آ گئی ہے چونکہ آج بھی مسلمان یہاں ''فسٹ اپریل فول'' مناتے ہیں۔ یہ فسٹ اپریل فول ہسپانیہ سے شروع ہوا تھا۔ کہ ایک شہر پر قبضہ کرنے کے لئے انہوں نے مسلمانوں کو یکم اپریل کو کہا تھا کہ تمہارے جہاز افریقی ریاستوں سے آرہے ہیں اور تم یکم اپریل کی صبح بروقت ساحل پر پہنچ جانا اور یہ جھوٹ تھا۔ مسلمان بیوی بچے لے کر جو سامان اٹھا سکتے تھے، لے کر ساحل پر پہنچے۔ عیسائیوں نے گھروں پر قبضہ کر لیا۔ واپس آئے تو قتل کر دیے گئے۔ یہ First April Fool اس کی یادگار منائی جاتی ہے۔ دوسری دفعہ یہ دھوکہ میر صادق نے سلطان ٹیپو شہید سے کیا اور اس دن یکم اپریل تھی انگریزوں سے ساز باز کر کے انہیں کہا کہ تم دن ایک بجے حملہ کرنا اور فوج کو حکم دیا کہ تم دن ایک بجے تنخواہ لینے چلے جانا۔ سلطان تو اس وقت خلوت میں ہوں گے اور کھانا کھانے کیلئے تشریف لے جا چکے ہوں گے۔ اس دن بھی یکم اپریل تھی چنانچہ اس دھوکہ دہی سے اسلام کے عظیم سپوت ٹیپو سلطان کو شہید کیا گیا۔ تو اس پر مزید مہر تصدیق ثبت ہوگئی یکم اپریل فول کی۔ تو جس وقت انگریز ہسپانیہ سے اسلام کا نام مٹا رہے تھے اس وقت عیسائیوں نے چنگیز کو، اور چنگیز کے بیٹوں کو اپنی چیدہ چیدہ خواتین پیش کیں۔ ان کے بڑے بڑے حرم تھے اور بے شمار عورتیں اور خواتین قید کر کے لے جاتے تھے۔ خوبصورت لڑکیاں انہیں پیش کی جاتی تھیں بلکہ یہ جو بازار حسن بنے اور بدکاری کے اڈے بنے۔ ان کی بنیاد تاتاری سلاطین کے محلات تھے کہ وہ پھر جنہیں پسند نہیں کرتے تھے ایک آدھ دن رکھا۔ پھر اُسے پیسے دے دیئے۔ ایک باہر مکان بنا دیا۔ چھوڑ دیا۔ وہ مکانوں کے ساتھ مکان بنتے گئے اور وہ بدکاری کے اڈے بن گئے۔ وہاں سے یہ بدکاری کے باقاعدہ اڈے شروع ہوئے ہیں اور وہ خوبصورت عورتیں انہیں دیکر اس طرف راغب کیا۔ کہ مسلمان ریاستوں پر حملہ کر کے انہیں ادھر سے، مشرق سے تم نابود کر دو چنانچہ مسلمان جو دنیاوی لذتوں کے اسیر ہو چکے تھے۔ جن کے اس وقت کے حکمران شراب خور تھے اور خلیفہ بغداد کی قبا، تاتاریوں کے حملے کے وقت بھی شراب سے رنگی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ سے جام گرا تھا۔

مسلمان جب ان دنیاوی لذات میں پڑے۔ خلوص کم ہوا، دین کم ہوا، صداقت کم ہوئی، آپس کی خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں، آپس میں مناظرے شروع ہو گئے، چھوٹی چھوٹی باتوں پہ لڑائی شروع ہوگئی تو عذاب کی صورت میں تاتاری نازل ہو گئے۔ اور اکیلا سقوط بغداد اگر اس وقت دیکھا جائے تو یہ نظر آتا ہے کہ شاید اسلام سارا مٹ جائے گا۔ اسلام کا ذخیرہ کتب تاتاریوں نے بغداد سے اٹھا کر دریائے دجلہ کی نذر کیا اس کا اندازہ اس بات سے لگا لیجئے۔ کہ چھ مہینے تک دجلہ کا پانی وہاں سے گزرتا تو سیاہ ہو جاتا تھا، چونکہ کتابیں قلم سے اور سیاہی سے لکھی جاتی تھیں۔ کتب خانے نہیں تھے۔ تو چھ مہینے تک دریا کا پانی سیاہ ہوتا رہا۔ لیکن انجام کار کیا ہوا؟ اللہ نے تاتاریوں کو کلمہ پڑھنے کی توفیق دے دی۔ جب وہ مسلم ریاستیں تباہ کر چکے تھے۔ جس پر علامہ مرحوم نے فرمایا۔

کہ پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

وہ قادر ہے اُس نے ایسی کایا پلٹی کہ بدکار مسلمانوں کو، تاتاریوں سے سزا دلوائی اور تاتاریوں کو کلمہ پڑھا کر بیت اللہ کا خادم بنا دیا۔ اور جب ہسپانیہ سے آخری مسلمان کو رخصت کر کے عیسائی خوش ہو رہے تھے، مشرق سے یورپ میں تاتاری اسلام کا جھنڈا لئے ہوئے داخل ہو رہے تھے۔ اس کا اپنا نظام ہے۔ آج اگر ہم پہ یہ گھڑی آئی ہے۔ تو آج محرم تو اس بات کی دلیل ہے کہ یکم محرم یوم شہادت ہے اسلام کے اس فرزند جلیل کی جسے فاروق اعظم کہا جاتا

ہے۔ ایک ایسا مدبر ایک ایسا امیر، ایک ایسا سیاستدان، ایک ایسا جرنیل جس نے زندگی میں سب سے زیادہ فتوحات حاصل کیں اور آج تک کوئی ان کا ریکارڈ توڑ نہیں سکا۔ اکیلے فاروق اعظمؓ کے دس سالہ عہد حکومت میں چھبیس لاکھ مربع میل علاقہ فتح ہوا۔ جس میں سے تیس ہزار بڑے بڑے شہر اور بڑے بڑے قلعے تھے۔ اور صرف فتح نہیں ہوا مزے کی بات یہ ہے کہ سارے علاقے سے کسی بوڑھے کی آہ کسی بچی کی چیخ اور کسی بیوہ کا آنسو گرتا نظر نہیں آتا کہ مجھ پر مسلمان سپاہ نے زیادتی کی۔ اگر انصاف غیر مسلموں کو بھی نصیب ہوا تو اسلام کے زیر نگیں آ کر اور اسلامی نظام کے زیر نگیں آ کر نصیب ہوا۔ اور پھر محرم ہی میں وہ عظیم شہادت ہے جس نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے جس میں اکیلے حضرت حسینؓ نہیں جس میں خانوادہ نبوت کے چشم و چراغ سارے کے سارے موجود تھے۔ اور خاندان نبوت کا ایک ہی فرد بچ سکا' حضرت زین العابدینؒ جن کی عمر بھی کم تھی۔ لیکن ان سے کم عمر کے بچے بھی شہید ہوئے۔ انہیں بڑا تیز بخار تھا اور وہ اٹھ نہ سکے۔ اور ان کے بچنے کا سبب اللہ نے بنا دیا۔ شاید اللہ کریم اس نسل پاک کو جاری رکھنا چاہتے تھے۔ ورنہ سارا خانوادہ رسول ایک بات پر قربان ہو گیا اور بات بڑی چھوٹی سی ہے معمولی سی بات ہے۔ سمجھوتہ نہیں کر سکے کوئی بات نہیں کی یزید نے کوئی نیا کلمہ جاری نہیں کیا تھا۔ اعلان نبوت نہیں کیا تھا۔ قرآن کا انکار نہیں کیا تھا۔ بات یہ تھی کہ حضرت حسینؓ کا اعتراض تھا کہ یزید مسلمانوں کے انتظام و انصرام میں سنت سے ہٹ کر اپنی مرضی کے احکام بھی شامل کرتا ہے۔ اس لئے یہ اس کا اہل نہیں، یا یہ توبہ کرے۔ یا اس کی جگہ کسی خلیفہ کو بنایا جائے۔ اپنی ذات کے لئے کسی کتاب میں یہ نہیں ملتا کہ انہوں نے اپنی ذات خود خلافت کا دعویٰ کیا ہو۔ یا حصول اقتدار کے لئے نکلے ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ اب یہ چھوٹی سی بات ہے جبکہ ہم تو سارا دن سمجھوتے کرتے ہیں۔ ساری عمر سمجھوتے کرتے ہیں ہم تو کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں یار چھوٹا سا گناہ ہو گیا۔ اب جھوٹ بول لیا، تو تھوڑا سا گزارا ہو جائے گا۔ ہر بندے سے جھوٹ بول لیتے ہیں۔ ہماری تو زندگی سمجھوتوں کی نذر ہو گئی، اور محرم ہمیں یاد دلاتا ہے کہ حق حق ہے اور باطل باطل ہے، سچ سچ ہے اور جھوٹ جھوٹ ہے۔ اپنا حق حاصل کرو لیکن دوسرے کا حق ادا بھی کرو۔ اپنا حق تو معاف کر سکتے ہو۔ دوسروں کا حق جو تم پر ہے وہ فرض ہے۔ وہ تم معاف نہیں کر سکتے۔ وہ اسے ادا کرو۔ اتنی سی بات تھی اگر وہ اپنی مرضی چھوڑ دیتا آپ بیعت فرما لیتے۔ لیکن اتنی سی بات کے لئے کتنی قیمت دی۔ یہ ایک دروازہ کھل رہا تھا آنے والی حکومتوں کیلئے کہ ہر حکمران جو جی چاہے کرے۔ اس لئے کہ عیسایت اس سے پہلے چرچ کو اور حکومت کو الگ کر چکی تھی۔ چرچ الگ تھا۔ دین الگ تھا، حکومت وسلطنت الگ تھی، عیسائی بادشاہ اپنی مرضی کرتے تھے اور مذہبی امور چرچ کے حوالے سے تھے۔ وہ عبادت کرائے، کسی کے گناہ بخشوائے، کسی کا مردہ دفنائے، جو کچھ کرتا ہے کرتا رہے۔ لیکن سرکار چلانا بادشاہوں کا کام تھا۔ خطرہ یہ محسوس کیا جگر گوشہ رسول ﷺ نے کہ اگر یہ دروازہ یہاں بھی کھل گیا۔ تو کل کو حکومت الگ ہو گی اور دین الگ ہو گا جبکہ اسلام پورا نظام حیات ہے۔ سیاست بھی اس کے اندر ہے، امامت بھی اس کے اندر ہے، انسان نائب ہے حکمران سرے سے ہی نہیں۔ انسان خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔ اللہ کا نائب ہے، اللہ کے رسول کا، لوگوں کے حقوق کا امین ہے۔ اور اس کے ذمے ہے کہ لوگوں کو تحفظ دے۔ لوگوں کے رزق کے انتظامات کرے۔ لوگوں کی تعلیم کا اہتمام کرے۔ لوگوں کے علاج معالجے کا اہتمام کرے۔ ان سب کا وہ ذمہ دار ہے وہ خود شہنشاہ نہیں ہے اور جو کردار یزید اپنانا چاہتا ہے کہ اپنی مرضی کے احکام شروع کر دے تو

آنے والی بادشاہت تک دین پھر مسجدوں میں رہ جائے گا اور حکومت ایوان اقتدار میں رہ جائے گی۔ اس کا سدباب کرنے کے لئے۔ نواسہ رسول ﷺ نے بیعت سے انکار کر دیا۔ میں اُس لمبے قصے میں نہیں جانا چاہتا۔ پچھلے جمعہ پہ وہ سارا ایک بار سرسری دھرا بھی چکا ہوں۔ لیکن بات ایک ضرور کرنا چاہوں گا۔ کہ آپ نے اس انکار کی قیمت کیا ادا کی۔ خاندان رسول ﷺ کے بچوں سے لیکر بزرگوں تک سب کو قربان کر دیا۔ ایک زین العابدینؓ جو معصوم تھے۔ کم عمر تھے، اور بیمار تھے۔ پھر خانوادہ نبوی ﷺ کی مستورات جن کو سورج بھی دیکھنے سے شرماتا تھا آپ کے ہم رکاب تھیں کوئی سمجھوتہ کر لیتے ان سب کو بچا کر لے جاتے۔ کیا روز محشر نبی علیہ السلام کو اپنی اولاد کا دکھ نہیں ہوگا، اُن پیاس سے تڑپتے، بچوں کو اور خاک و خون میں غلطان لاشوں کا دکھ پیغمبر ﷺ کو نہیں ہوگا۔

حضرت حسینؓ سے نہیں پوچھیں گے کہ تم نے جان دینی تھی دیتے۔ میرا سارا خاندان کیوں ذبح کروا دیا کیا جواب ہے۔؟ کہ اتنی سی بات پر، چھوٹی سی بات پہ کہ تم اپنی مرضی نہیں کر سکتے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پچھنے لگوائے۔ علاج ہوا کرتا تھا۔ اور ہمارے زمانے تک بھی تھا اب دنیا زیادہ جدید ہوگئی ہے ہم نے بھی دیکھے ہیں پچھنے لگوا کر اور پر وہ لگاتے تھے اس طرح ڈولیاں سی خون نکل آتا تھا جو حضور ﷺ نے پچھنے لگوائے اور خون مبارک نکلا تو آپ ﷺ نے ایک صحابی کو دیا۔ کہ یہ دور جا کر دفن کر آؤ۔ وہ گئے اور برتن صاف کر کے واپس آ گئے۔ جب محفل میں آئے تو حضور ﷺ نے پوچھا بھئی دفن کر دیا تھا۔ چپ..... فرمایا میں نے پوچھا ہے میں نے خون دیا تھا دفن کر دو کہاں کیا؟ یارسول اللہ میں نے تو سارا پی لیا۔ میرا تو دل نہیں مانا کہ اس پاک خون کو حالانکہ جو خون پچھنے سے نکلتا ہے وہ بیمار ہوتا ہے۔ اور سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اس میں جراثیم جو جس مرض کے لئے لگائے جاتے ہیں اور عموماً جو سینے میں درد ہوتا ہے۔ اس کے لئے لگتے ہیں یا ٹانگ میں درد ہے وہاں لگتے ہیں۔ تو اس میں جراثیم اور بیماری نکل جاتی ہے۔ اس نے کہا یارسول ﷺ میں نے تو سارا پی لیا۔ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ خون تو ویسے حرام ہوتا ہے تم نے حرام کھا لیا۔ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا بیمار تھا، بیمار کھا لیا۔ فرمایا تیرے وجود کا حصہ اگر میرا خون بن گیا ہے تو تجھ پر دوزخ کی آگ حرام ہوگئی۔ آپ ﷺ نے بیماری کی حالت میں ایک پیالہ میں پیشاب فرمایا ایک خادم کو دیا کہ یہ پیشاب باہر پھینک آؤ واپس آیا برتن خالی کر دیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا پھینک دیا ہے تو وہ شخص خاموش..... آپؐ نے فرمایا میں نے پوچھا ہے۔ کہ جو پیشاب لیکر گئے تھے پھینک دیا تو اس نے کہا یارسول ﷺ میں نے تو پی لیا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ تم نے پیشاب کیوں پی لیا ہے۔ فرمایا کوئی بیماری اب تمہارے نزدیک نہیں آئے گی۔ اس نبیؐ کا خون تھا جو کرب و بلا میں ریت پر بہہ کر جذب ہو رہا تھا۔ اُس پیغمبر ﷺ کا وہی مبارک خون تھا جو گلشن رسول کے ننھے ننھے پھولوں کی گردنوں سے ابل رہا تھا۔ تو حسینؓ کو کیوں جرات ہوئی۔ اس مبارک خون کو خاک و خون میں روندتے ہوئے زمین پر اور ریت پر بہاتے ہوئے، حضرت حسینؓ کے پاس کیا جواب ہوگا؟۔ سوچا! میں نے سوچا ہے کہ وہ عرض کریں گے۔ اے میرے حبیب ﷺ، اے میرے نانا ﷺ اے میرے رسول ﷺ، اے میرے شفیق ﷺ، اک روش پڑ رہی تھی کہ تیرا دین تو ملا کے پاس رہ جائے۔ اور ایوان اقتدار سلاطین کے پاس ہو۔ میں نے اُسے روکنے کے لئے تیرا سارا خاندان قربان کر دیا۔ تو حضور فرمائیں گے بے شک میری جان، میرا مال، میرا خاندان، میرا خون میرا سب کچھ اس لئے ہے کہ اللہ کا دین سربلند رہے۔ تجھے یہی کرنا چاہیے تھا۔ جو تو نے کیا۔

آج پھر محرم ہے آج بڑا شور بڑی مجالس، بڑی تقاریر، بڑی نوحہ خوانیاں، ٹیلی ویژن پر ریڈیو پر ہر جگہ ہوں گی، لیکن سوال یہ ہے کہ آج کیا ہم میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو تلاش کرے۔ کہ میری اپنی ذات کے اندر میری اپنی ذات کتنی ہے اور اتباع رسالت ﷺ کتنا ہے۔ اگر میں زندگی کے امور میں اپنی پسند استعمال کرتا ہوں۔ تو ایک یزید میرے اندر بھی ہے۔ یزید۔۔ کیا ہے؟ قرآن وسنت کے احکامات کے مقابل میں، محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے مقابل میں، اپنی رائے پر عمل کرنا یزیدیت ہے۔ یزید کے ذمے یہی جرم تھا، تو کربلا ہمارے اندر موجود ہے ہمارے اندر ایک حسینؓ بھی ہے، ہمارے اندر یزید بھی ہے۔ سب سے پہلے ہمیں اپنے اندر دیکھنا چاہیے کہ ہم کیا حسین کی صفوں میں کھڑے ہیں۔ قرآن وسنت کا اتباع کر رہے ہیں۔ اپنی معیشت میں، اپنی سیاست میں، اپنے کاروبار میں، اپنی تعلیم وتربیت میں، لوگوں کے حقوق میں، لوگوں کے ساتھ معاملات میں، کیا ہمارا کردار حسینی ہے یا ہم بھی کہیں یزید کے ساتھ تو نہیں دے رہے۔

عجیب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنا محاسبہ کرنے کی بجائے بندوق اٹھا لیتے ہیں وہ گمراہ ہے اور اسے گولی مار دو۔ اس کا کس نے حق دیا ہے۔ دو حق اللہ نے ہر بندے کو دیئے ہیں ایک زندہ رہنے کا اور ایک عقیدہ رکھنے کا یہ اللہ حق نہ دیتا تو زبردستی کلمہ پڑھواتا۔ اس نے کہا نہیں، جس کا جی چاہے۔ مانے۔ جس کا نہ چاہے نہ مانے۔ جو مجھے نہیں مانتا اس کے انسانی حقوق بھی مسلمانوں تمہارے ذمہ فرض ہیں۔ اسکی جان کی حفاظت فرض ہے۔ اس کے مال کی حفاظت فرض ہے۔ اسکی آبرو کی حفاظت مسلمانوں پر فرض ہے۔ انسانی حقوق جو کافر اور غیر مسلم کے ہیں ان کا تحفظ تمہارے ذمہ ہے۔ تم جو خود کو مسلمان کہتے ہو۔ تو یہ محرم کی عظیم شہادتیں فاروق اعظمؓ سے لیکر میدان کرب وبلا تک یہ درس دیتی ہیں کہ دوسروں پر گولی چلانے سے پہلے سوچو، دوسروں کو قتل کرنے سے پہلے سوچو، کہیں یزید تمہارے اندر تو نہیں وہ یزید تم سے قتل وغارت تو نہیں کروا رہا۔ وہ تو تمہیں مشورہ تو نہیں دے رہا۔ کہ تم ان پر گولی چلا دو۔

کیسی عجیب بات ہے کہ آج مساجد میں نماز ادا کرتی ہے تو باہر گن مین پہرے پر ہو۔ کیا عجیب بات ہے۔ جو ملک اس لئے حاصل کیا گیا تھا کہ اس کا چپہ چپہ اسلام کا خادم ہوگا۔ اس پہ جو اللہ کے گھر ہیں ان میں بھی قتل وغارت شروع ہوگئی۔ جبکہ مسلمان لشکروں کو حکم دیا جاتا تھا کہ جہاں حملہ کر رہے ہو۔ فصلیں نہیں اجاڑی جائیں گی، پھل دار درخت نہیں کاٹے جائیں گے، کسی ایسے شخص کو نہیں چھیڑا جائے گا جو آگے سے تلوار نہ اٹھائے۔ خواتین کو نہیں چھیڑا جائے گا۔ بچوں کو نہیں چھیڑا جائے گا۔ بوڑھوں کو نہیں چھیڑا جائے گا اور غیر مسلموں کے عبادت خانوں کو نہیں چھیڑا جائے گا۔ عبادت خانے میں جو لوگ بیٹھے ہیں ان کو نہیں چھیڑا جائے گا۔ تاریخ اٹھا کر دیکھ لو اگر کافر کے کفر کرنے والے عبادت خانے میں جو عبادت گزار بیٹھا ہے۔ کافر ہے بت پوج رہا ہے۔ اس کے لئے اسلام میں پناہ موجود ہے تو آج مسجد میں جو اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے کی جگہ ہے۔ اس پر گولی چلائی جاتی ہے۔ اسے نیکی اور اسلام سمجھا جاتا ہے۔ اسلام کا سال عجیب ہے کہ ذی الحج پہ ختم ہوتا ہے۔ جہاں ذبیح اللہ کی اور خلیل اللہ علیہ السلام کے جگر گوشہ کی قربانی ہے۔ ختم قربانی پہ ہوتا ہے۔ شروع شہادت پہ ہوتا ہے۔ اسلام شہادت اور قربانی کا مجموعہ ہے۔ چند روزہ زندگی ہے اور اسلام زندگی کے کسی کام سے نہیں روکتا۔ دنیا کی ہر نعمت اللہ نے جو حلال کی ہے اس سے کبھی نہیں روکتا۔ خلق لکما فی الارض جمیعا۔ زمین پر جو کچھ ہے تمہارے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ لیکن اس کے استعمال کا طریقہ وہ خود

بتاتا ہے۔ اسکی حدود وقیود خود بتاتا ہے۔ دنیا کی ہر نعمت استعمال کرو لیکن اپنا حق دوسرے کا حق چھین کر نہیں۔ اچھا کھانا چاہتے ہو تو حلال کما کر اچھا کھاؤ۔ اچھا پہننا چاہتے ہو تو حلال کما کر اچھا پہنو۔ اچھی گاڑی چاہتے ہو۔ اچھا گھر چاہتے ہو۔ اچھا بناؤ لیکن محنت کرو۔ مشقت کرو۔ حلال رزق کماؤ۔ اور دوسروں کی بقاء کا سبب بنو نہ کہ دوسروں کے لئے پیغام اجل بن جاؤ۔ جو شخص زندگی کا ایک لمحہ دے نہیں سکتا وہ چھین کیسے سکتا ہے۔ ہم میں سے کون ہے جو کسی مرتے ہوئے کو ایک لمحہ زندگی دے سکے۔ جو دے نہیں سکتا اسے لینے کا بھی اختیار نہیں ہے۔ زندگی لینے کا اختیار اسی کو ہے جو زندگی دیتا ہے۔ اللہ کے حکم کے تحت جو قتل ہوتے ہیں۔ شرعی سزا میں جو قتل ہوتے ہیں ۔ جہاد میں جو قتل کئے جاتے ہیں۔ وہ اللہ کے حکم سے اور اس کے قاعدے اور ضابطے کے مطابق ہوتے ہیں۔ یہ کوئی جہاد نہیں ہے کہ اب ہم جہاں سے اٹھ کر آپس میں لڑنا جھگڑنا شروع کر دیں۔ اب دیوبندی اور بریلوی کا کیا فرق ہے؟ دیوبند ایک مدرسہ ہے، بریلی ایک مدرسہ ہے۔ اور ایک صدی پہلے یہ مدرسے بنے ہیں۔ تیرہ سو سال پہلے اسلام کیا تھا؟ دیوبند اور بریلی دونوں میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ایک ہیں دونوں امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں۔ جھگڑا کیا ہے؟ جی وہ کہتے ہیں کہ میں بلند آواز سے درود پڑھوں گا یہ کہتے ہیں نہیں میں آرام سے بیٹھ کر پڑھوں گا اس میں لڑنے کی کیا بات ہے۔ وہ اونچی آواز میں پڑھ لے آپ آرام سے بیٹھ کر پڑھ لیں۔ جھگڑا ختم۔ درود تو وہی ہیں جو دونوں پڑھ رہے ہیں۔ نبی بھی وہی ہے۔ جس پر پڑھ رہے ہو تو پھر گولی مارنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر قرآن کو سب مانتے ہو، کلمہ سب پڑھتے ہو۔ مسلمان سب کہلاتے ہو۔ اگر تم نے چھوٹے چھوٹے اختلافات بنا لئے ہیں تو ان کو اللہ کے حضور لے جاؤ سب سے بہتر منصف وہ ہے۔ **ان الینا ایابھم ثم ان علینا حسابھم** ○ سب کو پلٹ کر میرے پاس آنا ہے۔ سب کا حساب میں خود لوں گا۔ میں اور آپ کسی کا حساب نہیں لے سکتے۔ اگر کوئی سیاہ پوش بن کر مرنا چاہتا ہے۔ میدان حشر میں سیاہ لباس میں اللہ کے حضور جانا چاہتا ہے تو جائے۔ بھئی وہ جانے اور اس کا اللہ جانے وہ غلط ہے یا صحیح ہے اسکا اللہ اس سے حساب کرے گا۔ اگر کوئی سفید لباس میں جانا چاہتا ہے اگر کوئی سبز لباس میں جانا چاہتا ہے تو جائے بھئی جس لباس میں جانا چاہتا ہے جائے جانا تو ہر ایک کو اللہ کے حضور ہے۔ لیکن انسانی حقوق کی جو حدود ہیں ان پر تو کاربند رہو۔ کافر کی جان کو پناہ ہے اور مسلمان کے لئے جائے امان مسجد بھی نہیں رہی۔

تو میرے بھائی! محرم کا یہ درس نہیں ہے بلکہ محرم کا سبق یہ ہے کہ حق وصداقت کیلئے لوگوں کے حقوق کے لئے، جو اللہ نے لوگوں کو حقوق دیئے ہیں۔ ان پر کوئی بڑے سے بڑا حاکم بھی اپنی مرضی چلانا چاہے۔ تو حضرت حسینؓ کا فیصلہ یہ تھا۔ کہ ان حقوق کے حصول کے لئے خانوادہ نبوت ﷺ بھی قربان کیا جا سکتا ہے۔ اب ان کے ساتھ کا کوئی انسان دنیا میں پیدا نہیں ہوگا۔ **انا سید ولا ادم ولا فخر. او کما قال رسول اللہ** ﷺ ۔

فرمایا میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ اور یہ بات میں فخر سے نہیں کہہ رہا۔ یہ اللہ کا مجھ پر احسان ہے یہ اسی سردار کا پاکیزہ خون تھا، نورانی خون تھا اور وہی نورانی اور منور چہرے تھے۔ اویار تیسری ہی تو پشت تھی۔ حضرت حسینؓ آپؐ کے نواسے تھے حضرت حسینؓ اور حسنؓ کی ہی اولاد تھی رسول اللہ ﷺ کی یہ تیسری ہی پشت تھی۔ جس طرح ہماری، آپ کی تیسری پشت آپ کے نانا دادا ہیں۔ پہلی اور تیسری پشت میں کتنا فاصلہ ہوتا ہے۔ اور حضرت حسینؓ کا فیصلہ یہ تھا کہ لوگوں کے حقوق کا تحفظ ضروری ہے۔ خواہ اس کے لئے سارا خاندان نبوت

بھی قربان کرنا پڑ جائے۔ اور ہم اپنی ادنیٰ سی خواہش پوری کرنے کے لئے دین کو زینہ بنا لیتے ہیں، دین قربان کر دیتے ہیں، اپنی خواہشات کو قربان نہیں کرتے۔

تو میرے بھائی! ہمارے اندر ایک کرب وبلا ہے۔ ہمارے اندر ایک فرات بہتا ہے۔ ہمارے اندر کچھ خیمے حسینی ہیں۔ ایک طرف کوفیوں کا لشکر بھی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم ''حُر'' بنتے ہیں یا ''ابن زیاد'' آخر ''حُر'' بھی تو کوفیوں کے لشکر کے ساتھ آیا تھا میدان کرب وبلا میں حق وصداقت دیکھ کر حضرت حسینؓ کے علم کے نیچے جا کر شہید ہوا۔ تو ہر بندے کو یہ پیغام سمجھنا چاہیے، سوچنا چاہیے، اس پہ غور وفکر کرنا چاہئے کہ بین الاقوامی طور پر مسلمان ہی قہر وغضب کا نشانہ کیوں بن رہے ہیں؟ کیا یہ وہی صورتحال نہیں بن گئی جو چنگیزوں کے زمانے میں تھی؟۔ کیا یہ وہی صورتحال نہیں بن رہی جو ابتدائے اسلام میں وصال نبویؐ پر کافر طاقتیں ٹوٹ پڑی تھیں، منکرین زکوۃ کھڑے ہو گئے تھے۔ مدعیان نبوت آ گئے تھے۔ وہی صورت نہیں بن گئی۔ اس وقت صحابہ کے خلوص نے مقابلہ کیا تھا۔ لیکن تاتاریوں کے مقابلے میں مخلص لوگ میسر نہ آئے تو اللہ نے انہیں نور ایمان عطا کر دیا فرمایا

عسیٰ ان یاتی اللّٰہ بقوم یُحبُھُمْ وَ لاَ یَخافون لو مته لائم یحبُو نه یقاتلون فی سبیل اللّٰہ ۔ ٥ میں قادر ہوں اگر تم نہ کرو گے تو تمہاری جگہ ایسے لوگ لے آؤں گا۔ جو میرے عشق میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور احقاق حق کے لئے جانیں دیں گے، جانیں لیں گے۔ اور کسی پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہونگے۔ کسی کی ملامت کرنے سے وہ خوفزدہ نہیں ہونگے اور عجیب بات ہے اسلام چودہ سو سال پہلے جس ہتھیار کا ذکر کر رہا ہے۔ وہ اس صدی کا ہتھیار ہے پروپیگنڈا یعنی پروپیگنڈا دوسری جنگ عظیم میں بطور ہتھیار استعمال ہوا اس پچھلی صدی کا بیسویں صدی کا ہتھیار ہے۔ اور دوسری جنگ عظیم میں گوبلز نے ایجاد کیا۔ کہ جھوٹ بولو اتنا بولو کہ اگلے کو سچ کا گمان ہونے لگے بہت سے شہر ہٹلر نے اس جھوٹ پر خالی کروائے تھے کہ کچھ فتوحات ہوئیں۔ پھر جرمنی کا ریڈیو نشر کر دیتا۔ کہ فلاں شہر کا ہم نے محاصرہ کر لیا ہے اور ہوتا نہیں تھا۔ دوسرے دن محاصرے کے لئے فوج بھیج دیتے۔ اور ریڈیو پہ نشر کر دیتے کہ شہر والوں نے سرنڈر کر دیا ہے۔ اور شہر والے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر سرنڈر کر دیتے تھے۔ اور بعد میں لوگوں کو پتہ چلتا تھا کہ جب خبر آئی تھی تب انہوں نے سرنڈر نہیں کیا تھا۔ بعد میں کیا ہے۔ تو اس جھوٹ کو بطور ہتھیار گوبلز نے شروع کیا۔ ہٹلر نے استعمال کیا۔ انگریزوں نے اس کا نام ففتھ کالم Fifth Coulum رکھا فوج کے تین کالم بناتے تھے۔ فرسٹ، سیکنڈ، تھرڈ، پہلی لڑتی ہے پھر دوسری اگلی سپورٹ کرتی تھی پھر تیسری اس کے بعد ایک فور ریزرو رکھتے تھے، وہ اسے کہتے تھے جو پیچھے ریزرو فوج رہتی تھی کہ اگر وہ تینوں مارے جائیں تو یہ کام آئے۔ ایک ففتھ کالم بنایا۔ وہ جھوٹ ہوتا تھا، پروپیگنڈا ہوتا تھا، تو یہ جنگ عظیم دوئم میں جو ہتھیار استعمال ہوا اسکا ذکر قرون اولیٰ میں قرآن اس وقت کہہ رہا ہے۔ ولا یخافون لو مته لائم ٥ جو میرے بندے ہوں گے وہ کسی کے پروپیگنڈے کا شکار نہیں ہوں گے۔

تو میرے بھائی! اپنے آپ کو تو لو۔ پہلے اپنی کربلا کی خبر لو کہ اس میں کیا ہو رہا ہے؟ پہلے اپنے فرات کو دیکھو کہ یہ کس کی پیاس بجھا رہا ہے؟ پہلے اپنے کردار کو دیکھو کہ ہم کس کی حمایت کر رہے ہیں۔ ورنہ شاید یہ دنیا کی کافر طاقتیں ہمیں مٹا دیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ انہیں کلمہ پڑھنے کی توفیق دے دے۔ چونکہ اسلام تو رہنا ہے۔ اگر چنگیزیوں کی طرح آج کے ظالموں کو بھی توفیق دے دے تو وہ قادر

ہے۔

اس کا کیا ہے تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت
ترک تعلق کرنے والوں تم تنہا رہ جاؤ گے

اگر آج بھی ہم خلوص سے توبہ کریں۔ آج بھی ہم اتباع رسالت کو اپنا شعار بنائیں۔ اگر آج بھی ہم حق و صداقت پہ خود کو قائم کرلیں۔ میں کہتا ہوں پاکستان پہ اسلام نافذ ہو۔لیکن اس طرح ہوگا میں پاکستان کا چودہواں کروڑواں حصہ ہوں۔ آپ میں سے ہرایک پاکستان ہے۔ہم سب ملکر زمین ملک بنائیں۔ زمین قوم نہیں ہوتی۔ہم سب مل کرافراد بنتے ہیں آج افراد کو مٹادو۔تو یہ خطہ زمین کس کام کا ہے۔مٹی کو کسی نے کیا کرنا ہے۔افراد بنتے ہیں۔اور یہ جو چودہ کروڑ بندے پاکستان میں رہتے ہیں۔ان میں سے ہرایک پاکستان کا ایک ٹکڑا ہے۔اگر ہم اس ٹکڑے پر اسلام نافذ کرلیں۔تو یہ ٹکڑے اکٹھے ہوں گے۔تو سارے پر اسلام نافذ ہوگا۔لیکن ہم میں سے ہرایک چاہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو باقی سب پہ اسلام لگادو۔اس طرح اسلام نافذ نہیں ہوگا۔سب سے پہلے اپنے کردار کے معیار کو درست کرو۔اب حضرت حسینؓ ایک معیار ہے فاروق اعظمؓ ایک معیار ہے۔شہدائے کربلا ایک معیار ہیں۔اپنے آپ کو جانچو اور تولو ۔کہ کیا ہم صداقت کے اس معیار پہ پورا اتر رہے ہیں۔باقی کائنات رب العالمین کی ہے۔اس کے سپرد کرو وہ جسے چاہتا ہے فتح دلواتا ہے جسے چاہتا ہے شکست دلواتا ہے۔ روس کی تاریخ میں تھا کہ جہاں روس کی فوجوں نے قدم رکھے۔واپس نہیں آئے لیکن افغانستان میں آکر اپنی موت مرگیا۔کون جانتا ہے کہ امریکہ کے لئے اس نے موت مشرق وسطی کے صحراؤں میں لکھ دی ہو۔لیکن تب ہوگی۔جب ہمارے دل میں خلوص ہوگا۔ یہ مردہ باد کے نعروں سے نہیں ہوگی۔ خدا نعروں پہ فریفتہ نہیں ہوتا۔اللہ کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔کردار کو جانچے گا، نیتوں کو دیکھے گا۔ دلوں کو دیکھے گا۔آج بھی دل عشق مصطفیٰ ؐ سے سرشار ہوجائیں تو ہمارے اندر بھی چھوٹا سہی، کمزور سہی، ادنیٰ سہی لیکن ایک چھوٹا سا حسین تو پیدا ہو ہی جائے گا۔اور آج اگر ہم اپنی انا میں گرفتار ہوگئے تو بڑے سے بڑا یزید ہمارے اندر گھس جائے گا۔

تو میرے بھائی! اللہ ہمیں نیکی کی توفیق دے۔آپ کا آنا جانا مل بیٹھنا قبول کرے۔ ملک کو امن کا گہوارہ بنانے میں، اپنا حصہ ادا کرو۔اس

پہ نہ رہو کہ دوسرے بنائیں گے۔لوگوں کو زندگی مہیا کرو۔لوگوں کی موت کا سبب نہ بنو۔لوگوں کو فراخی مہیا کرو۔اُن کی روزی چھیننے کا سبب نہ بنو۔لوگوں کو عزت و آبرو مہیا کرو۔جس طرح اپنی عزت کا تحفظ چاہتے ہو۔اس طرح دوسروں کی عزت کا تحفظ کرو اللہ کریم آپ سب کو توفیق عمل دے ہمارے گناہ معاف فرمائے اس ملک کو ہمیشہ قائم رکھے اور اس پر دین حق کی حکومت قائم فرمائے۔ آمین

ضرورت

سیکورٹی سٹاف

معقول معاوضہ اور دیگر مراعات

(سلسلہ عالیہ کے ساتھیوں کیلئے خصوصی مراعات)

Men Of Steel

Security (Pvt.)LTD.

رابطہ: زیب پلازہ، کمرشل مارکیٹ سٹیلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

051-4425501 - 0333-5276337

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار

عرفان صدیقی

بلا شبہ امریکہ ہار چکا ہے اور ہاری ہوئی جنگ لڑنے والے کم ظرف لشکر کچھ نہ کر پائیں تو جاتے جاتے بستیوں‘ کھیتوں اور باغوں کو اجاڑ جاتے ہیں۔ وہ تو پھر بھی ربع صدی کے لگ بھگ فرمانروائی کرنے والا حکمران تھا۔ اس سے نفرت کرنے والے بے پناہ تھے تو ٹوٹ کر محبت کرنے والے بھی کم نہ تھے۔ معاملہ نفرت کا ہے نہ محبت کا‘ بس اس قدر ہے کہ امریکہ کی دہلیز پر اپنا سر خم نہ کرنے والا ایک باغی امریکی قہر کا نشانہ بن گیا اور جاتے جاتے ایک کہانی چھوڑ گیا۔ کہانیاں چھوڑ کر جانے والے لوگ اپنے کرتوتوں‘ کاموں یا کارناموں کے حوالے سے نہیں‘ کسی ایک ادا کی نسبت سے نام اور مقام پاتے ہیں۔ اُن کی کوئی گم گشتہ سی نیکی‘ کسی لمحہ خاص میں ڈھل کر اُن کی طویل زندگی کے سارے ماہ و سال پر حاوی ہو جاتی ہے۔ کوئی اچھوتا بانکپن اُن کے ماضی کی تمام بے چہرگی کو یکا یک حسن بے کراں میں بدل دیتا ہے‘ کوئی جگنو آن کی آن چمکتا اور ان کے نامہ اعمال کی تیرگی میں آفتاب و ماہتاب ہو جاتا ہے۔ معاملہ یہ بھی نہیں کہ صدام امت مسلمہ کا ہیرو تھا یا نہیں‘ قصہ صرف اس قدر ہے کہ جارج ڈبلیو بش نامی شخص کو امام کا درجہ دیتے ہوئے اُس کی اقتداء میں صف در صف‘ دست بستہ‘ سرنگوں کھڑے بندگان وقت میں سے وہ ایک تھا جس نے حلق کی پوری توانائی کو بروئے کار لاتے ہوئے کہا کہ ”نہیں میں تمہاری امامت سے انکار کرتا ہوں“۔

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار
صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود تھا

یہ وہی تھا جسے ”ہمت کفر“ بھی ملی اور ”جرات انکار“ بھی۔ اس کا تئیس سالہ عہد نا مطلوب اپنی جگہ‘ لیکن بغداد پر اُترنے والی زخم خوردہ صبح کے وہ لمحات امر ہو گئے ہیں جب مسجدوں میں نماز فجر کی اذانیں گونج رہی تھیں اور عید الاضحیٰ طلوع ہونے کو تھی اور صدام حسین نرغہ دشمناں میں سر اوپر اٹھائے‘ جرات و مردانگی کا پیکر بنا کھڑا تھا۔ یہ وہ دن تھا جب تئیس برس تک بے مہر حکمرانی کرنے والا سخت گیر ڈکیٹیٹر گہری قبر میں دفن ہو گیا اور فرعون وقت کی رعونت پر خاک ڈالنے والے ایک غیرت مند اور حمیت کیش صدام نے جنم لیا جو صدیوں کی عمر پائے گا۔

یہ بھی تو ممکن تھا کہ تین سالہ قید اس کی رگوں میں دوڑتے لہو کی ساری حرارت چوس لیتی۔ ایسا بھی تو ہو سکتا تھا کہ وہ جواں سال بیٹوں کا بہیمانہ قتل اس کی انا کے پرنوچ ڈالتا۔ یہ بھی تو قرین قیاس تھا کہ وہ اپنی خود سری سے تائب ہو کر امریکہ کے مطلوب سانچے میں ڈھل جاتا۔ لیکن کوئی ایک بھی ایسی خبر نہ آئی کہ وہ ڈھل رہا ہے‘ تحلیل یا تبدیل ہو رہا ہے اور یہ بھی تو ممکن تھا کہ موت کو عین اپنے سامنے دیکھ کر اس کے اعصاب جواب دے ڈالتے۔ اس پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ اس کے قدم ڈگمگانے لگتے‘ اُس کا چہرہ پسینے سے تر ہو جاتا‘ اس کے ہونٹ خزاں رسیدہ پتے کی طرح کپکپانے لگتے‘ اس کے لئے اپنے پاؤں چل کر پھانسی گھاٹ تک جانا مشکل ہو جاتا‘ اسے سٹریچر پر ڈال کر باندھنا پڑتا‘ وہ دہائی دیتا‘ فریاد کرتا‘ زندگی کی بھیک مانگتا‘ پھانسی کا پھندا دیکھ کر حواس کھو بیٹھتا اور پھر اس کی لاش کو پھانسی چڑھا دیا جاتا۔ ایسا ہوتا تو کہانی مختلف ہوتی۔ خلق خدا اُسے کبھی معاف نہ

کرتی۔ اگر اُس نے دنیا کے سب سے نیک نفس، غمگسار، عوام دوست، عظیم فاتح اور مثالی حکمران کی سی زندگی گزاری ہوتی تو بھی موت کی دو چار بزدلانہ ساعتیں اس کے تابناک ماضی پر سیاہی پھیر دیتیں۔ تیئس برس کی بے مثل و بینظیر حکمرانی، چند کمزور لمحوں کی بھینٹ چڑھ جاتی۔ ایک خوفزدہ لمحہ اس کی سال ہا سال کی عظمتوں کو نگل جاتا۔ ایک بے مہری گھڑی اس کے کارہائے نمایاں سے سجے زمانوں پر محیط ہو جاتی۔ لیکن وہ خوش بخت تھا۔ اس کی زندگی کے آخری لمحات اس کی جرات اس کی استقامت اس کے عزم اس کی سرکشی اس کی کشیدہ سری اور اس کی سج دھج نے اُس کے سارے ماضی پر نورانی چادر تان دی۔

امریکی اخبار ''نیویارک ٹائمز'' میں شائع شدہ ''مارک سینتورا'' کی رپورٹ کا پہلا جملہ ہے۔

"Saddam Hussain never bowed his head untill his neck snapped"

''صدام حسین نے کسی لمحے اپنا سر نہ جھکایا، یہاں تک کہ اس کی گردن ٹوٹ کر لڑھک گئی۔''

اخبار لکھتا ہے ''ساڑھے پانچ بجے صبح صدام کو امریکیوں نے عراقی نیشنل پولیس کے حوالے کر دیا۔ گرین زون سے چودہ عینی گواہوں کو دو امریکی ہیلی کاپٹروں میں بھر کر جائے وقوعہ پر پہنچا دیا گیا۔ صدام کے سر پر 1940ء کی دہائی والی اونی ٹوپی تھی۔ اس کے گلے میں ایک سکارف تھا۔ اُس نے سفید کالروں والی قمیض پر لمبا سیاہ اوور کوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ آگے کر کے باندھ دیے گئے تھے اُسے پھانسی والے کمرے سے متصل ایک اور کمرے میں لے جایا گیا جہاں ایک ''جج'' بیٹھا تھا۔ اُس نے صدام حسین کو انسانیت کا مجرم قرار دینے والی دستاویز پڑھنا شروع کی۔ صدام حسین نعرہ زن ہوا ''عراقی قوم زندہ باد، عراقی عوام زندہ باد، فلسطینی عوام زندہ باد۔'' جج مسلسل قتل نامہ پڑھتا اور صدام پیہم نعرے لگاتا رہا۔ اسے ایک بار پھر پھانسی گھاٹ والے کمرے میں لایا گیا جو ٹھنڈا بھی تھا اور جس میں روشنی کا انتظام بھی ناقص تھا۔ سرکاری وکیل نے پوچھا ''یہ قرآن مجید کا نسخہ کسے دیا جائے؟'' صدام نے تحمل سے کہا ''بندر کو''۔ بندر انقلابی عدالت کے سابق جج عوض البندر کا بیٹا ہے۔ عوض البندر کو بھی پھانسی کی سزا ہو چکی ہے اور وہ کسی بھی دن صدام کے پاس پہنچنے کو ہے۔ اُس کے ہاتھ اب پیچھے کو باندھ دیئے گئے۔ نیشنل سیکورٹی کونسل کے ایڈوائزر موافق الرابعی نے پوچھا ''کسی قسم کا پچھتاوا یا خوف؟'' اُس نے گردن گھما کر اُسکی طرف دیکھا اور لمحہ بھر کے توقف کے بغیر بولا ''میں ایک جنگجو ہوں۔ مجھے نہ کوئی پچھتاوا ہے نہ خوف۔ میں نے اپنی زندگی جہاد میں گزاری ہے۔ میں ساری عمر جارحیت کے خلاف لڑتا رہا ہوں۔ جو کوئی بھی اس راستے کا انتخاب کرتا ہے، وہ ڈرا نہیں کرتا۔'' ایک گارڈ چیخا ''تم نے ہمیں غارت کر دیا''۔ وہ بولا ''میں نے تمہیں غربت و بدحالی سے بچایا، تمہارا دفاع کیا''۔ گارڈ نے کہا جہنم میں جاؤ اس نے ترکی بہ ترکی جواب دیا ''جہنم میں تم جاؤ گے'' اس کے چہرے پر سیاہ غلاف چڑھایا جانے لگا تو بولا ''مجھے اس غلاف کی ضرورت نہیں۔ میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکتا ہوں۔ گارڈ نے کہا ''رسی تیز ہے اور گردن کٹ سکتی ہے'' اُس نے کہا ''میرا اسکارف میری گردن پہ لپیٹ دو جو تم نے اتار لیا تھا ''۔ وہ کھلی آنکھوں اور نپے تلے قدموں کے ساتھ تختہ دار تک پہنچا۔ کلمہ شہادت کا ورد کیا۔ اللہ اکبر کہا اور پھر اپنے لہجے میں ہلکی سی لرزش کے بغیر امریکہ پہ حرف ملامت بھیجا۔ عین اس لمحے پھاٹک کھل گیا اور اُس کا بھاری بدن گہرے کنوئیں میں جھولنے لگا۔

پھانسی کا سارا کھیل اس طرح بنا گیا کہ شیعہ سنی خلیج گہری ہو۔ فلمیں اسی لئے بنیں، فون کیمرے کی خفیہ ریکارڈنگ اسی لئے سامنے لائی گئی پھانسی کا اہتمام ریاستی اہلکاروں کے بجائے مقتدر الصدر کی ملیشیا

کے حوالے کر دیا گیا مقصد صرف ایک ہی ہے کہ خانہ جنگی کو ہوا دی جائے اُردن کے شاہ عبداللہ نے کہا ہے کہ پورے مشرقِ وسطیٰ کو خانہ جنگی کی آگ میں جھونکا جا رہا ہے ایران کے صدر احمدی نژاد کا کہنا ہے کہ صدام کا قاتل صرف امریکہ ہے اور ہم اس کی سازش کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ کاش سوا ارب مسلمان جان لیں کہ امریکہ ہر اُس شخص کا دشمن ہے جس کا رشتہ محمد عربی ﷺ سے جڑتا ہے چاہے اس کا مسلک کچھ ہی ہو۔

بلاشبہ صدام ہیرو نہیں' لیکن نیل کے ساحل سے کاشغر کی خاک تک اقتدار کی کارنسوں پہ سجی پتھر کی مورتیوں کو دیکھ کر اہلِ حرم کو ابکائی آنے لگی ہے۔ ایسے میں ہر وہ شخص ہیرو ہے جو "متاعِ غرور" کا سودا نہیں کرتا اور جو سفاک جلادوں کی موجودگی میں پوری قوت سے "امریکہ مردہ باد" کا نعرہ لگاتا ہے۔ حبس حد سے بڑھ جائے تو لو کا تھپیڑا بھی بادِ بہار کا جھونکا لگتا ہے صدام اس لئے ہیرو بن گیا کہ اُس کے چار سو بے حس و حرکت لاشوں کا ڈھیر پڑا ہے۔ وہ اپنے کرتوتوں کاموں یا کارناموں سے قطع نظر اس لئے ہیرو ٹھہرا کہ اس نے تختہ دار پر کھڑے ہو کر وقت کے فرعون کو للکارا اور اس کے حضور سر جھکانے سے انکار کر دیا وہ جانتا تھا کہ اس کی گردن پر صدام کا نہیں سوا ارب مسلمانوں کا سر رکھا ہے۔ صد شکر کہ اُس نے یہ سر جھکنے نہ دیا۔ وہ جو کوئی بھی تھا جیسا بھی تھا ہیرو کی طرح سر بلند و سرفراز ٹھہرا اور ہیرو کی طرح یاد رکھا جائے گا۔ منصور کے مسلک کو شریعت کی میزان پر تولنا فقیہوں اور مفتیوں کا مسئلہ ہے لوگ تو صرف اس کے بانکپن سے عشق کرتے ہیں۔ وہ بانکپن جو ایک علامت بن چکا ہے اور جو قحط کے موسموں کو بھی شاداب رکھتا ہے۔

موسم آیا تو نخلِ دار پہ میر
سرِ منصور ہی کا بار آیا

بشکریہ روزنامہ "نوائے وقت"

اضطراب

ان دنوں میں ہیں مسلمان مبتلائے اضطراب
کہ ہوئے مغرب کے شیدا جو سراپا ہے سراب
غیر کا اپنائیں شیوہ' اپنا بھولے ہیں نصاب
ہے کہولت ہم پہ طاری اور بیتا ہے شباب
اپنی بداعمالیوں سے ہم کریں صرفِ نظر
کر رہا ہے ہر کوئی اب دوسروں کا احتساب
خود نمائی آ گئی جاتی رہی ہم سے خودی
اب نظر آتے ہیں کرگس تھے حقیقت میں عقاب
اب لیا عشقِ نبیؐ ہم نے نئے سانچے میں ڈھال
لے کے اجرت گائیں نعتیں اور لے جائیں ثواب
ترک کر کے سنتِ نبویؐ ہوئے بے آبرو
ہم برائے نام مسلم آ گئے زیرِ عتاب
نہ ہی صدقِ بوبکرؓ ہے اور نہ عدلِ عمرؓ
نہ حیا عثمانؓ کی ہی نہ صفائے بوترابؓ
تھیں جو ایجادیں ہماری دیکھ لو کافر کی چال
کر لیا ہے ان سبھی کو اپنے ہی نام انتساب
اضطراب و زرد روئی میں ہے مسلم مبتلا
جو نظر آتی ہے رونق یہ ہے غازہ و خضاب
اب ہمارے قرض خواہ ہیں جن کے ذمے تھا خراج
ہو گئے ہم خوار و رسوا اور وہ عزت مآب
عظمت رفتہ گئی اور مسکنت غالب ہوئی
اب تو بس کر دے اویسی اور نہ ہو بے نقاب

☆ انجینئر عبدالرزاق اویسی ٹوبہ ٹیک سنگھ

عوام اور خواص

عبدالقادر حسن

ہماری لاہور پولیس ان دنوں ایک شدید مخمصے اور شرمندگی سے گزر رہی ہے اور سٹریٹ کرائم کی اس جاری رو میں خود اس کے بڑے اونچے افسر بھی محفوظ نہیں رہ سکے۔ پولیس کے ایک نہایت ہی اہم شعبے سے متعلق اس کے سربراہ ڈی آئی جی صاحب سے نہ صرف ان کا بٹوا اور موبائل چھین لیا گیا بلکہ ان کو گولی بھی ماری گئی جو ایک محفوظ جگہ پر لگنے کی وجہ سے بچ گئے۔ اس طرح پولیس جو یہ سمجھتی تھی کہ وہ خود تو محفوظ ہی ہے اسے صرف عوام کو ان چوراچکوں سے بچانا ہے تو اس کا یہ خیال غلط نکلا۔

جب ایک وبا پھوٹتی ہے تو وہ کسی بڑے یا چھوٹے کو نہیں دیکھتی۔ جب کوئی لہر چلتی ہے تو ہر ایک کو چھوتی ہوئی گزرتی ہے۔ کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ وہ اپنے کسی اونچے عہدے یا اپنی دولت کی وجہ سے بچ جائے گا۔ آفات حقیقی مساوات کی علمبردار ہوتی ہیں۔ وہ محمود و ایاز سب پر یکساں گزرتی ہیں۔

اس وقت پنجاب میں جرائم کی جو وبا پھوٹ پڑی ہے اور بدامنی کی جو لہر چل رہی ہے اس سے کوئی بھی محفوظ نہیں ہے۔ اگر کوئی حکمران غیر معمولی اور حیران کن حفاظتی حصار میں بند رہ کر اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے تو یہ اس کی غلط فہمی ہے۔ جرائم پیشہ لوگ اپنی حفاظت کی کوشش سب سے پہلے کرتے ہیں اور محفوظ رہ کر واردات کرتے ہیں اسی لئے ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ کوئی موقع واردات پر پکڑا جائے بلکہ وارداتیے اس قدر اطمینان کر کے واردات کرتے ہیں کہ گھروں میں گھس کر کھانے کھاتے ہیں چائے کافی نوش کرتے ہیں اور عموماً گھر والوں کی گاڑی میں سامان رکھ کر فرار ہو جاتے ہیں یا چلے جاتے ہیں اس لئے کوئی حکمران سخت سیکورٹی میں رہ کر محفوظ دکھائی دیتا ہے تو اس لئے کہ چوراچکوں کے پاس اس سیکورٹی کو توڑنے کے انتظامات نہیں ہوتے یا وہ اسے اپنے لئے خطرہ سمجھتے ہیں۔ پولیس کے ایس ایچ او حضرات بھی اپنے ساتھ گارڈ لے کر چلتے ہیں۔ ڈی آئی جی تو بہت بڑا عہدہ ہوتا ہے۔ متذکرہ ڈی آئی جی صاحب نے احتیاط نہیں کی تو وہ جرائم پیشہ گروہ کے شکار ہو گئے۔ اگر ان کے آگے پیچھے مسلح گارڈ ہوتی تو وہ یقیناً محفوظ رہتے لیکن انہوں نے نہ تو اپنی ذات کے لئے احتیاط سے کام لیا اور نہ ہی ایک بڑا افسر ہونے کے ناتے عام امن و امان کے قیام پر توجہ دی جو ان کا بنیادی فرض تھا۔ بدامنی صرف عوام کے لئے نہیں ہوتی۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی اور اسی ناسمجھی کے شکار ہو گئے۔ نیکی کی طرح بدی بھی ایک جگہ بند نہیں رہتی بڑھتی اور پھیلتی پھولتی ہے۔ جس سے عوام محروم ہوں گے اس سے خواص کو بھی کبھی نہ کبھی محروم ہونا پڑے گا یہ اکثر ہوتا ہے کہ حکمران اپنے کسی مخالف فرد یا گروہ کو سامنے رکھ کر کوئی قانون بنا دیتے ہیں تو ان کو سمجھایا جاتا ہے کہ کل وہ بھی اقتدار سے فارغ ہو سکتے ہیں اور ان کا بنایا ہوا یہ قانون ان کے خلاف بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ لیکن وقتی ضرورت کے تحت وہ ایسی بات نہیں مانتے۔ ہم نے دیکھا کہ یہی قانون اس قانون کے بنانے والوں کے خلاف بھی استعمال ہوا۔ ہماری پولیس نے بھی امن عامہ کے قیام سے غفلت برتی اور خود اس

کی شکار ہوگی۔ ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں کہ جو چیز عوام کو فراہم اور میسر نہ کی گئی وہ کسی نازک وقت میں خواص کو بھی نہ ملی۔ اس ضمن میں ایک دن مجھے ایک بڑے ڈاکٹر بتا رہے تھے کہ ہمارے دولت مند لوگ اس غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ ان کی دولت انہیں کسی بیماری کے وقت علاج کے لئے دنیا میں کہیں بھی لے جا سکتی ہے اس لئے ضروری نہیں کہ ملک کے اندر بھی علاج معالجے کی ایسی سہولیات موجود ہوں جو ہر ایک کی دسترس میں ہوں۔ انہوں نے اپنا واقعہ سنایا ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ان کی بیگم لاہور کے ایک بڑے خواتین کے ہسپتال کی ایم ایس تھیں اور ان کے شوہر ایک سینئر پروفیسر ڈاکٹر۔ بچہ کیا پیدا ہوا پورے ہسپتال کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی شہزادہ پیدا ہوا ہے نہ کہ ایم ایس کا بیٹا۔ بچے کو گلے میں ایک تکلیف ہوگئی اس کا علاج اس کے والدین کو معلوم تھا مگر وہ آلہ دستیاب نہیں تھا جس کی مدد سے گلے کو صاف کیا جا سکے۔ پروفیسر ڈاکٹر بتاتے ہیں کہ میں بچے کو گود میں اٹھائے لاہور شہر کے پرائیویٹ ہسپتالوں میں انتہائی پریشانی کے عالم میں گھوم رہا تھا ایک جگہ سے معلوم ہوا کہ فلاں پرائیویٹ کلینک میں غالباً یہ آلہ موجود ہے میں وہاں پہنچا اور خوش قسمتی سے اطلاع درست نکلی اور میرا بیٹا بچ گیا ورنہ اس کا دم گھٹ سکتا تھا۔ میرے پاس ملک سے باہر جانے کی دولت بھی تھی باہر کے ڈاکٹروں سے پرانا رابطہ بھی تھا لیکن میری دولت اور تعلقات کس کام کے مجھے تو فوری طور پر اپنے ہی شہر میں طبی امداد کی ضرورت تھی۔ اس لئے کوئی سی دولت اور اثر ورسوخ کے گھمنڈ میں نہ رہے۔ عام لوگوں کے لئے کوئی سہولت موجود ہوگی تو خواص کو بھی ملے گی ورنہ خواص اپنی مال و دولت اور اثر ورسوخ پر بیٹھے روتے رہیں گے اور محروم رہیں گے۔ اس سلسلے میں ایک عبرت ناک واقعہ میرا دیکھا ہوا ہے۔ لاہور میں مرحوم شیخ النہیان نے ایک ہسپتال بنوایا۔ ایک پاکستانی بنک جس کے ساتھ ان کے خصوصی معاملات تھے اسے اس ہسپتال کے لئے مشینری وغیرہ خریدنے کا حکم دیا اور کہا کہ جدید ترین ہو۔ بنک والوں نے پاکستانی مزاج کے مطابق سیکنڈ ہینڈ مشینری خریدی اور ہسپتال کے سپرد کر دی۔

کام چلتا رہا پھر ہوا یوں کہ اس بنک کے مالک اور چیئرمین مرحوم حسن عابدی لاہور آئے اور ان پر دل کا دورہ پڑ گیا۔ اسی ہسپتال میں فوراً داخل کئے گئے لیکن پرانی مشینری صحیح کام نہ کر سکی۔ ڈاکٹروں نے بے پناہ محنت کے بعد انہیں اس قابل کر دیا کہ وہ جہاز پر سوار ہو سکیں اور اس طرح جب جہاز ہوا میں بلند ہوا تو اس ہسپتال کے ڈاکٹروں کا ٹھنڈا اطمینان کا سانس شاید جہاز کی رفتار اور آواز سے بھی اونچا تھا۔

ہمارے حکمرانوں کا خواہ وہ ایک با اختیار کلرک ہی کیوں نہ ہو ان کا مزاج اینٹی عوام ہوتا ہے عام لوگوں کو تنگ کرنا اور انہیں محروم رکھنے میں انہیں لذت ملتی ہے لیکن یہ کوئی نہیں سوچتا کہ اس زندگی میں کوئی گھڑی کوئی لمحہ ایسا بھی آ سکتا ہے جب عوام اور خواص ایک صف میں دکھائی دیں۔ پولیس نے امن عامہ سے غفلت برتی اور خود اس کا نشانہ بن گئی۔ کوئی عہدہ کوئی اثر ورسوخ اسے بچا نہ سکا۔ خواص اگر عوام کے لئے کوئی مہربانی کریں کسی سہولت کا بندوبست کریں تو یہ سمجھیں کہ صرف عوام پر احسان نہیں کر رہے خود انہیں بھی کسی ہنگامی حالت میں اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے اتنی ہی جتنی عوام کو پڑتی ہے۔ یہ نکتہ اگر حکمرانوں اور خواص کی سمجھ میں آ جائے تو ہو سکتا ہے عوام کے لئے کوئی بہتری کی صورت پیدا ہو سکے ورنہ موجودہ رویوں سے تو ہلاکت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

بشکریہ روزنامہ "ایکسپریس"

☆☆☆

حقوق العباد کا تحفظ..... چند تجاویز

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی
ایم اے ایل ایل بی۔ پی ایچ ڈی

ہمارے معاشرے میں بے شمار مسائل اور خطرات ہیں جن سے عوام نبرد آزما ہوتے ہیں۔ خطرناک مشینری۔ فیکٹریوں میں زرد زرد چہروں والے مزدور، سڑکوں پر زرد زرد چہروں والے راہی، کانوں اور پہاڑوں میں کام کرنے والے مزدور اور کوئلہ اور دھواں خارج کرنے والی فیکٹریوں کی چمنیاں معاشرے میں بکھرے ہوئے خطرات اور حادثات کی عکاسی کرتی ہیں۔ اس مشینی دور نے احساس مروت کو ہی کچل کر رکھ دیا ہے۔

ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت
احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

واپڈا کے خطرناک کھمبے جو انسانی زندگی کے لئے باعث خطرہ ہیں، کھلے ہوئے گٹر جو موت کے کنوئیں اور موت کے پھندے ہیں، بچوں کے لئے جگہ جگہ بکھرے ہوئے خطرات، ٹریفک کے مہلک حادثات، ٹوٹے پنجرے، مفلوج جسم، بکھری ہوئی لاشیں، خون میں لت پت جسم، نت پھٹتے ہوئے تیل کے ناقص چولہے اور جھلستی ہوئی خواتین، مخدوش اور پرانی عمارات، فضا میں معلق خطرناک لفٹ، چیمبرز، ہتک عزت، عزت نفس کو مجروح کرنے والے بے شمار واقعات، فحاشی، فحش شاعری، کلچرل شو، ثقافتی یلغار اور مخرب اخلاق لٹریچر، اخبارات، ابلاغ عامہ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے تضحیک اور فحاشی کا امڈتا ہوا سیلاب، انسانی حقوق پر ڈاکے، قتل، ضربات کے مقدمات، زخم، جراحتیں، انسانی خون کی ارزانی، معاشرے میں ہر سو ظلم ہی ظلم، بے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات، دوسروں کی جائیدادوں پر ناجائز قبضے، غصب اور گورنمنٹ کی اراضی پر ناجائز قبضے یا ایسے معاملات ہیں جن سے حقوق الناس کی پامالی ہوتی ہے اور حکومت کی جڑیں بھی کھوکھلی ہوتی ہیں۔ اخلاقی قدریں بری طرح متاثر ہوتی ہیں۔ ڈاکٹروں میں انسانی ہمدردی کا فقدان جو مسیحا ہو کر مسیحائی نہیں کرتے۔

نہ مڑ کر بھی بے درد قاتل نے دیکھا
تڑپتے رہے نیم جان کیسے کیسے

تجارتی حقوق پر حملے، جعلی اشیاء کی تیاری، دھوکہ دہی، جھوٹ، دغا، فریب کاری، ملاوٹ حتیٰ کہ ادویات میں ملاوٹ اور اشیائے خورد و نوش میں ملاوٹ، معصوم انسانوں کو ناجائز طور پر پابندی سلاسل کر دینا، یہ تھانے، یہ عقوبت خانے انسانی زندگی کی بدترین مثالیں اور حقوق العباد کی پامالی، اسفل السافلین کی بدترین مثالیں، خواتین کی عزت و ناموس پر حملے، انسانوں میں ناجائز امتیاز جو انسانیت کے ماتھے پر بدنما داغ ہے۔

امانت میں خیانت کے واقعات، دھرتی کے اندر اور باہر بکھرے ہوئے دفینے اور قیمتی سکے، لوگوں کے سکون میں خلل ڈالنا اور پرائیویسی کے معاملات، عدالتوں میں دھکے کھانے والے سائل، بیوروکریسی سے بیزار عوام، جیلوں میں ناگفتہ بہ حالت میں رہنے والے قیدی، ٹیلی فون کے ذریعے لوگوں کو تنگ کرنے کے واقعات اور بے شمار واقعات ایسے ہیں جو حقوق الناس کے حقوق کے زمرے میں آتے ہیں۔

مذہب سے بیزار عورت حقوق نسواں کی باتیں کرتی ہے۔ وہ ماں بھی ہے، بیٹی بھی، بہن بھی اور رفیقہ حیات بھی۔ یہ عورت اپنے جھریوں والے چہروں پر ملے ہوئے غازے اور کپکپاتے سرخی لگے ہونٹوں سے اپنے حقوق کا چرچا کرتی ہے۔ عورت فیشن، فرینڈ شپ، ماڈرن ازم، لبرل تعلیم سے اور مخلوط محفلوں میں دعوت گناہ بھی دیتی ہے۔ للچائے ہوئے دلوں پر اپنی چال اور جمال کے چرکے بھی لگاتی ہے۔

اسلام کا قانون وہ قانون ہے جو حقوق العباد کی پاسبانی کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے دور مبارک میں عدالتیں قائم فرمائی تھیں۔ آپ ان عدالتوں میں خود جلوہ افروز ہوتے اور حقوق العباد کے مقدمات سنتے اور فوراً فیصلہ فرما دیتے۔

پاکستان میں انسانی حقوق کی پامالی کے واقعات روز اخبارات میں چھپتے ہیں۔ حادثات اور بے شمار واقعات جن کا میں نے ذکر کیا رونما ہوتے ہیں۔ موثر طریقے سے انہیں کنٹرول نہیں کیا جاتا۔ فحاشی کا سیلاب اُمڈ رہا ہے اور اخلاقی قدریں بڑی تیزی سے تباہ ہو رہی ہیں۔ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ پاکستان میں ایسی عدالتیں قائم ہوں جن کے ذریعے لوگوں کو ان معاملات میں فوراً انصاف ملے۔ وہ انصاف جو سالہا سال کی کاوشوں کے باوجود بھی نہیں ملتا۔ سستا اور سہل انصاف فراہم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

حکومت ایسی عدالتوں کا نظام قائم کر کے معاشرے میں اُمڈتے ہوئے خطرات کو دور کر سکتی ہے۔ شیر شاہ سوری نے ایک دفعہ حسین خان طشت دار کو بنگال سے ایک ضروری کام کے لئے بھیجا تھا۔ اس اہلکار نے چتوڑ سے گور تک کا فاصلہ جو ۸۰۰ میل کا تھا صرف تین روز میں طے کیا تھا حالانکہ کافی دشوار گزار راستے بھی اُسے عبور کرنے پڑے۔ جب اُس اہلکار کو نیند آ جاتی ہے تو دیہات والے اُسے چارپائی پر لٹا کر چارپائی اپنے کندھوں پر رکھ کر دوڑتے تاکہ وقت ضائع نہ ہو اور شیر شاہ کے حکم کی جلد تعمیل ہو۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حکومت اپنے اہل کاروں کو مستعد بنا سکتی ہے بشرطیکہ نیت درست ہو اور مقصد عوام الناس کے حقوق کی پاسبانی ہو۔

کسی کو ٹیلی فون کا کنکشن نہیں ملتا یا کوئی جائز حق نہیں ملتا تو وفاقی محتسب سے انصاف حاصل کرنا پڑتا ہے۔ ایسے معاملات میں عوام کو جو ذہنی کوفت ہوتی ہے اُس کا مالی معاوضہ بھی متعلقہ محکمہ ادا کرے تاکہ اُس محکمے کا احتساب ہو سکے۔

تجاویز

عوام کے حقوق کی پاسبانی کیلئے حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

1۔ محتسب کے ادارے کے ساتھ ایسی عدالتوں کو منسلک کیا جائے جو ہر ضلعی سطح پر ہوں یہ عدالتیں حقوق العباد کی پاسبانی کریں۔ اس طرح پاکستان کی دیگر عدالتوں بشمول ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ پر مقدمات کا بوجھ کم ہو جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ کے قائم شدہ ادارے کی بھی اس طرح اس دور میں تجدید ہو جائے گی۔

برطانیہ، فرانس، جرمنی، امریکہ اور دنیا کے دیگر ممالک میں حقوق العباد کی پاسبانی عدالتی نظام کے ذریعہ فوراً ہو جاتی ہے۔ انصاف ان معاملات میں فوراً مل جاتا ہے۔ عدالتیں ان معاملات میں سائلوں اور مظلوموں کو معقول معاوضہ بھی دیتی ہے۔ مثلاً اگر کسی سائل کو بلاوجہ فون نہ ملا تو اس صورت میں نہ صرف یہ نظام عدالت اُسے فون کا کنکشن دلائے بلکہ ذمہ دار افسر جس نے بدنیتی کی بنیاد پر فون کا کنکشن نہ دیا تو وہ سائل کو ذہنی کوفت اور وقت کے ضیاع کا خرچ بھی معاوضہ کی صورت میں ادا کرے۔

2۔ برطانیہ، فرانس، جرمنی، امریکہ اور دنیا کے دیگر ممالک میں حقوق العباد کی پاسبانی عدالتی نظام کے ذریعہ فوراً ہو جاتی ہے۔ انصاف ان معاملات میں فوراً مل جاتا ہے۔ عدالتیں ان معاملات میں سائلوں اور مظلوموں کو معقول معاوضہ بھی دیتی ہے۔ مثلاً اگر کسی سائل کو بلاوجہ فون نہ ملا تو اس صورت میں نہ صرف یہ نظام عدالت اُسے فون کا کنکشن دلائے بلکہ ذمہ دار افسر جس نے بدنیتی کی بنیاد پر فون کا کنکشن نہ دیا تو وہ سائل کو ذہنی کوفت اور وقت کے ضیاع کا خرچ بھی معاوضہ کی صورت میں ادا کرے۔

3۔ نہ صرف حکومت کے ادارے بلکہ معاشرے کے وہ افراد جنہوں نے حقوق العباد کو پامال کیا تمام اس عدالت کے پابند ہوں اس کے احکام پر فی الفور عمل کیا جائے اور فوراً انصاف عوام کو ملے۔

4۔ حقوق الناس سے متعلقہ قوانین کی تدوین کی جائے۔ گو انفرادی طور پر ایسے معاملات میں قانون کی مشینری حرکت میں تو آتی ہے لیکن انصاف اتنی دیر سے ملتا ہے کہ سائل بے زار ہو جاتا ہے۔ ان تمام معاملات اور قوانین کو یکجا کیا جائے۔ اس طرح یہ اچھی طرح لاگو ہو سکتا ہے۔

5۔ عزت نفس کو مجروح ہونے سے بچایا جائے۔ ابلاغ عامہ کے ذریعہ احترام انسانیت کا پرچار کیا جائے۔ ایک رئیس اور امیر کبیر کو جو عزت دی جاتی ہے۔ معاشرے کا ہر فرد وہ عزت ہر غریب اور مفلوک الحال شخص کو دے دیگر محکمہ جات بالخصوص پولیس یورپ میں (مثلاً برطانیہ میں) ہر شخص کی عزت نفس کا خیال رکھتی ہے۔ ایک ڈرائیور کو بھی احترام سے بلایا جاتا ہے اور معاشرے کے غریب ترین شخص کو بھی۔ معاشرے میں اونچ نیچ دولت اور عہدوں سے نہیں بلکہ انسانیت اور تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔

☆☆☆

مسلمانوں کی سائنسی خدمات

جدید سائنس کے بانی

تحقیقات سے ثابت ہے کہ جدید سائنس کے اصل بانی مسلمان ہی تھے جس کا سہرا غلط طور پر یونانیوں کے سر باندھا جاتا ہے۔ ایک طویل عرصہ تک دنیا اس غلط فہمی میں مبتلا رہی کہ یونانی ہی سائنسی طرز استدلال اور طرز فکر کے بانی ہیں لیکن موجودہ تحقیقات نے اس ناقابل تردید سچ کو ثابت کر دیا ہے کہ سائنسی طرز فکر کے حقیقی بانی مسلمان ہی تھے۔ مسلمانوں نے ایسے سائنسی طریقے و نظریے دریافت کیے تحقیقات و تجربات کے ذریعے ان کی صداقت اور ہمہ گیریت ثابت کی جو بعد میں موجودہ سائنسی ترقی و تحقیق اور ایجادات کے لئے ایک بنیاد کی حیثیت اختیار کر گئی۔

دراصل یونانی ذہن کبھی بھی اس بلندی کو نہ پہنچ سکا جہاں عربی علوم پہنچ چکے ہیں ان کے نظریات اور ان کی علمی باتوں کی بنیاد اور طرز فکر کی صحت کا انحصار عام طور سے منطق، قوت بیان یا زبان کی روانی اور عوامی تائید پہ ہوتا تھا مادیات اور سائنس میں ان کا طرز فکر بغیر کسی تحقیق و تجربے کے تھا۔ مثلاً یونانیوں کا سب سے بڑا مفکر ارسطو بغیر کسی ذاتی تجربہ و تحقیق و مشاہدہ کے اپنے طرز فکر کی صداقت کا شدومد کے ساتھ اظہار کرتا ہے لیکن اس کے قائم کردہ نظریات کو تھوڑی سی بھی سائنسی طرز اور مشاہدے سے مسترد کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ارسطو کہتا ہے۔

کہ شیر کی گردن میں ایک ہڈی ہوتی ہے۔

آدمی کی آٹھ پسلیاں ہوتی ہیں۔

مرد کے دانتوں کی تعداد عورتوں کے دانتوں کی تعداد سے زیادہ ہوتی ہے۔ دل صرف مرد کا دھڑکتا ہے۔

عورتوں کا سر مرد کے سروں کے برخلاف گول ہوتا ہے۔

انڈہ سمندر میں تیرتا ہے۔

اور اگر سمندر کے پانی کو شہد کے چھتوں سے گزارا جائے تو پینے کے قابل ہو سکتا ہے۔

مختصراً بات یہ ہے کہ یونانیوں کے پاس نہ کوئی سائنس تھی اور نہ سائنسی طرز فکر دراصل یہ سائنس اور سائنسی طرز ہی تو ہے جو قدیم اور جدید دنیا کے درمیان تفریق کی ایک لکیر کھینچتا ہے۔

سائنس کا احیاء

سائنس کے احیاء کا اصل زمانہ عربی تہذیب کی از سر نو حیات کے ساتھ وابستہ ہے نہ کہ پندرھویں صدی کے ساتھ۔ اصل میں سپین یورپ کی حیات نو کا گہوارہ بنا نہ کہ اٹلی۔ کیونکہ اس وقت تک سارا یورپ جہالت کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا جب یورپ بربریت، جہالت اور ذلت کی عمیق گہرائیوں میں مزید سے مزید تر دھنستا جا رہا تھا تب ہماری دنیا پر اسلامی سائنسی علوم اور ایجادات کا سورج چمک چمک رہا تھا۔ اس وقت بغداد، قاہرہ، قرطبہ Tobedo کے شہر تہذیب و تمدن اور سائنسی تحقیق کے مشہور مراکز تھے۔ ان ہی شہروں سے تاریخ انسانیت میں نئی جان پیدا ہوئی جس نے انسانی زندگی کی ارتقا کو معراج بخشی۔ یہی وہ وقت تھا جب نہ صرف یورپ بلکہ ساری انسانیت ان کے طفیل نئی سہولتوں سے آراستہ ہوئی اور زندگی ایک پاکیزہ تہذیب و تمدن میں داخل ہوئی۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے لیکن اس حقیقت کو تسلیم اور اجاگر کرنے کے بجائے نہایت شدومد سے یا تو اس کا انکار کیا جاتا ہے اور یا نظر انداز کرنے کے ساتھ اس کی اہمیت اور رتبے کو گھٹانے کی لاحاصل کوشش کی جاتی ہے بلکہ دنیا پر اسلام اور مسلمانوں کے ان احسانات کا ذکر ہی نہیں کیا جاتا ہے۔ آج جتنی بھی کتابیں یورپ کی احیائے نو کی

تاریخ کے بارے میں لکھی جا رہی ہے۔ ان میں قصداً مسلمانوں کی سائنسی خدمات اور تہذیب و تمدن پر ان کے اثرات و ثمرات کا ذکر ہی نہیں کیا جاتا۔ ان مصنفین کے اس طرز تحقیق اور رویہ کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ انسانی تاریخ اس طرح لکھ رہے ہیں کہ جیسے کوئی ڈنمارک کے شہزادہ کا قصہ Hamlet کے کردار کے بغیر لکھ رہا ہو جب کہ اس قصے کا بنیادی کردار وہی تو ہے۔ یہ بات تحقیق سے بھی ثابت ہے کہ موجودہ یورپ کی مادی اور سائنسی ترقی کا واحد راز مسلمانوں کی سائنسی خدمات، تحقیقات، مشاہدات، تجربات، سائنسی طرز فکر کی آفاقیت و ہمہ گیریت اور درستگی میں مضمر ہے بلکہ یورپ میں ترقی کا کوئی ایسا پہلو ممکن ہی نہیں جو مسلمانوں کے علمی تحقیقات کے بغیر وجود میں آ سکتا ہو اور جس کی علمی اور عملی خدمات کی واضح چھاپ ان پر دیکھی اور محسوس کی جا سکتی ہے۔ مسلمانوں کی اس کامیابی کا واحد راز ان کے سائنسی طرز فکر میں مضمر ہے۔

یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی خدمات سے فائدہ اٹھائے بغیر نیوٹن اور کاپرنیکس نے فلکیات کے شعبہ میں کامیاب تحقیقات کی ہیں یعنی مسلمانوں کے علوم سے استفادہ کئے بغیر یہ کام سرانجام دیے ہیں، یہ غلط ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے فلکیات علوم سے استفادہ کئے بغیر نیوٹن نیوٹن نہیں بن سکتا تھا اور نہ کاپرنیکس کاپرنیکس۔ یہ مسلمان ماہرین فلکیات ہی تو تھے کہ جنہوں نے Ptolemaic سسٹم پر جاندار علمی اعتراضات کئے تھے "الزرقیال" جیسے مسلم ماہر فلکیات نے تجربات سے ثابت کیا تھا کہ سیارے بیضوی مدار میں حرکت کر رہے ہیں نہ کہ گولائی یا دائرے کی صورت میں۔ جیسا کہ اس سے پہلے خیال کیا جاتا تھا جبکہ الفارابی کے نزدیک مریخ واقعتاً بیضوی دائرے میں حرکت کرتا ہے۔

1- محمد ابن موسیٰ نے سیاروں کی ثقلی حرکت اور کشش کی قوت یعنی قوت تجاذب کا نظریہ تجربات سے ثابت کیا۔

البطانی نے ثابت کیا کہ سورج کرہ ارض سے دور ایک نکتہ ہے۔ ابوالوفا نے چاند کی محوری گردش یعنی ایک اور حرکت کو ثابت کیا۔

ابن سینا نے ہوائی تھرمامیٹر ایجاد کیا۔

اور ابن یونس نے وقت کی صحیح پیمائش اور تعین کے لئے پہلی بار پنڈولم کا استعمال کیا۔

سائنس کے لئے مسلمانوں کی بے شمار خدمات حیرت انگیز اور انقلابی ہیں، دنیائے سائنس سائنسی طرز فکر میں عربوں کی مقروض ہے بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر اس کا تو وجود ہی عرب تہذیب کا مرہون منت ہے۔ یورپ میں جدید سائنس کی بنیاد مسلمانوں کی تحقیق و تجسس کے نئے طریقے سائنسی تجربات اور ان سے حاصل شدہ مشاہدات و نتائج، مختلف اشیاء کی پیمائش کے طریقے اور حسابی علوم میں ترقی پر قائم ہے۔ جس سے یونانی یا مسلمانوں سے قبل دیگر اقوام عالم نابلد تھیں اور مندرجہ بالا طریقے یورپ میں عربوں ہی نے رائج کئے اور یہی جذبہ اور یہی طریقہ کار مسلمانوں نے دیگر علوم میں بھی اپنایا، یہاں تک کہ مامون الرشید نے اپنے پوسٹ ماسٹر ابن خرداذبہ کو حکم دیا تھا کہ وہ مملکت کے تمام علاقوں کا نقشہ تیار کرے۔ اس نقشہ میں زیر استعمال بری اور بحری راستوں کا تعین کرے۔ مملکت اسلامی کی حدود کا زمینی پیمائش کے ذریعے واضح تعین نقشے کے ذریعے کرے۔

تمام دنیا کے شہروں اور دیہاتوں اور علاقوں کا تعین طول بلد اور عرض بلد کے حساب سے کریں۔

یوں تمام دنیا کا پہلا جغرافیائی نقشہ تیار ہوا اور عربوں نے دنیا کے بارے میں ایک نیا نقطہ نظر پیش کیا۔ البیرونی نے ۴۰ سال کا طویل عرصہ سفر میں گزار کر دنیا بھر سے معدنیات کے نمونے اکٹھے کئے مختلف معدنیات کو متعدد طریقوں سے گزار کر معدنیات کے جو خاص (Specific Weight) اوزان البیرونی نے بیان کئے وہ درست ترین ہیں۔

بے شمار علمی خدمات کے علاوہ ان کی کچھ عملی خدمات یہ ہیں۔

تمام دنیا سے قیمتی پتھر اور معدنیات سے متعلق قابل قدر معلومات جمع

کیں۔

ان پتھروں اور معدنیات کے منبع اور علاقے مقرر کئے۔

ان معدنیات کے حصول کے علاقوں کا بھی تعین کیا۔

ان قیمتی پتھروں اور دیگر معدنیات کے سائنسی اوزان مخصوصہ معلوم کئے۔

اس کے علاوہ نباتات اور جڑی بوٹیوں کے ماہر ابن بیطار نے نباتات اور جڑی بوٹیوں کے نمونے جمع کئے' ایک علاقے کی نباتات کی اقسام کا دوسرے علاقوں کی نباتات کی اقسام کے ساتھ تقابلی جائزہ لیا اور تمام مسلم دنیا کی نباتات کے ساتھ انڈیا' فارس' یونان اور چین کی نباتات کو مقابلتاً جانچا' تقابلی جائزہ لیا' ان کی کاشت اور خواص کو تفصیل سے بیان کیا۔ اس نے اپنی کتاب میں تقریباً ۱۴۰۰ نباتات اور جڑی بوٹیوں کا تفصیلی جائزہ لیا' جس کے بارے میں میئر نے Amanumeni of Industry کہہ کر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ اب مسلمانوں کے سائنسی طرز فکر و عمل اور تحقیق و جستجو کو خود ہی قدیم طریقوں سے ملا کر دیکھیے کہ کس قدر تفاوت ہے مثلاً جیسے یونانیوں نے بغیر کسی مشاہدے اور تجربے کے کچھ بے سروپا نظریات قائم کئے جو کسی طرز بھی سائنسی طرز فکر کے معیار پر پورا نہیں اترتے' جیسے ان کے سرخیل ارسطو نے فزکس کے بارے میں کسی طرح کا کوئی تجربہ کئے بغیر لکھا اسی طرح قدرتی عوامل پر لکھتے ہوئے اس نے اتنی تکلیف بھی گوارہ نہیں کی کہ جو سامنے کی بات ہے اس کو جانچ لے یا اس کی تصدیق کرا لے جیسے وہ کہتا ہے کہ مردوں کے دانت عورتوں سے زیادہ ہیں۔ بعد میں مسلم سائنس دانوں نے اور بالخصوص عبداللطیف نے موثر سائنسی انداز میں یونانیوں کے قائم کردہ نظریات مثلاً انسانی کھوپڑی پر تحقیق کر کے گیلن کے اس دعوے کی تردید کی' کہ نچلا جبڑا دو ہڈیوں پر مشتمل ہوتا ہے حالانکہ گیلن کو یونان میں علم جراحت کا عظیم ترین ماہر مانا جاتا تھا اور اس کی بات حرف آخر سمجھی جاتی تھی۔ مغرب کے عیسائیوں کا حسابی علم اس قدر تھا کہ وہ آسان سے آسان ترین جمع تفریق کے لئے تاروں میں پروئے موتیوں کو استعمال کرتے' جسے اب ہمارے بچے کھیل ہی کھیل میں گنتی سیکھتے ہیں۔ حساب دانی میں اس وقت تک وہ کوئی ترقی نہ کر سکے' جب تک مسلمانوں نے صفر کے موثر اضافے سے ایک صحیح ترین اور مکمل اعشاریہ نظام قائم نہیں کر دیا۔ عربوں نے الجبرا ایجاد کیا اور اسکی مدد سے مساوی تقسیم کے حل کو اعلیٰ درجے تک لے گئے اور ٹریگنو میٹری یعنی جمع تفریق' تقسیم وغیرہ کی علامتوں کا سلسلہ شروع کر کے یونانیوں کی موسیقی کی علامتوں کا متبادل دیا اور یوں انسانی تحقیق کی طاقت کو ہزاروں گنا بڑھا دیا۔

الغرض مسلمانوں کے حسابی علوم کی تکمیل' الجبرا' ٹریگنو میٹری کی ایجاد نے سائنسی تجزیوں کو بہت آسان اور اس کے دائرہ کار کو وسیع کر دیا' مسلمانوں کے ہی ایجاد کردہ حسابی تجزیے اور سائنسی نظریے جدید سائنس کے لئے بنیاد ثابت ہوئے اور یوں جدید سائنس نے جنم لیا۔

عرب تہذیب کا سب سے یادگار تحفہ اس جدید دنیا کو سائنسی علوم عطا کرنا ہے' چونکہ سائنسی علوم آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہیں اور اس کے پھل آنے میں وقت لگتا ہے اس وجہ سے مسلمان اپنے سائنسی علوم کی ترقی کا پھل فوری طور پر نہ کھا سکے۔ جب مورش تہذیب اندھیروں کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبی تو ترقی ایک دیو کی طرح پوری طاقت سے ابھری' مسلمانوں کے نہ صرف سائنسی علوم نے یورپ کو زندہ کیا بلکہ دیگر تمام علوم کے اثرات و ثمرات اور اسلامی تہذیب کی پرنور حیات بخش کرنوں نے یورپ کو تاریکی سے نجات دلائی اور روشنی بخشی وہ روشنی جس کے اجالے میں انہیں ترقی کی راہیں نظر آئیں بلکہ مسلمانوں کی سائنسی تحقیق کے سبب یورپ میں جدید ترقی ممکن ہوئی' ایجادات کا پھل صحیح طور پر اب اہل یورپ کھا رہے ہیں۔ سب سے پہلے Provence اور Catalonia کے سرحدی علاقے عرب تاجروں کے اثرات سے مستفید ہوئے۔ انہیں اہمیت نصیب ہوئی' اس کے بعد اٹلی کے شمالی علاقوں Salerno, Amalfi, Naples اور Greata کی باری آئی۔ جب انہوں نے اپنے ہمسایہ ملک سسلی کے مسلمان تاجروں

کے ساتھ تجارت بڑھائی تو نہ صرف دولت اور آزادی سے مالا مال ہوئے بلکہ ان کے روابط عرب تاجروں سے میل ملاپ کے باعث افریقہ اور شام کے علاقوں تک پھیلتے گئے۔ بادشاہ ہلڈوگ II نے مسلمانوں سے جنگ کے دوران کہا' کہ نیپلز والے بھی اتنے ہی محمڈن (مسلمان) ہیں جتنے کہ پلرو ماوا لے مسلمان ہیں' عیسائیوں نے اپنے عیسائی بھائیوں پر مسلمانوں کی مدد کا الزام بھی لگایا' دراصل ہوا یوں کہ جنوبی اٹلی کے پہلے پہل آزاد ہونے والے شہروں نے اور Amalfi شہر کے باشندوں نے سسلی کے مسلمانوں کے ساتھ جنگی تعاون کے سلسلے میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ کیا تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں نے ان ہی دو عیسائی فوجوں کی مدد سے اسلامی سلطنت کی حدود کو مزید وسعت دی' اس طرح ان دو شہروں کی عیسائی آبادی پوپ جان ہشتم کے احکام کی خلاف ورزی کی مرتکب ہوئی' مسلمانوں کی رواداری کا یہ عالم تھا کہ جب اسلام کے خلاف عیسائی حکمرانوں نے صلیبی جنگوں کا آغاز کیا تو ان علاقوں کے عیسائی شہریوں نے مسلمانوں کے خلاف اپنے ہتھیار صرف اس لئے بلند نہیں کئے کہ ان کے نزدیک انہوں نے وہ مسلمانوں ہی کی مدد سے دولت وعظمت حاصل کی ہے اور مسلمان ان کے محسن ہیں۔

علم فلکیات' علم حسابیات' علم طبیعات اور کیمیا میں مسلمانوں کی خدمات

بارہویں صدی عیسوی سے بہت پہلے ہی قرآنی لوگوں (مسلمانوں) کی علمی' عملی اور ذہنی وفکری کارکردگی اور کامیابی تمام دنیا اور خصوصاً عیسائی یورپ کے مقابلے میں بہت زیادہ اور بہتر تھی۔ تقابلی جائزہ کی صورت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمان کسی بھی علم میں اتنے ماہر نہ تھے جتنے کہ وہ سائنسی علوم میں ماہر تھے۔ یونانی تہذیب وتمدن کے بعد دنیا میں سب سے بہترین سائنس دان مسلمان ہی تھے' جتنی کامیابیاں انہوں نے اس میدان میں حاصل کیں دنیا اس کی دوسری مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مسلمان ہی بہترین ماہر فلکیات کی حیثیت سے مسلمان ارسطوں کے لئے بہت تعظیم واحترام رکھنے کے باوجود اس کے نظریات کے ساتھ اختلاف ظاہر کرنے میں ذرا بھی نہیں ہچکچائے بلکہ ارسطوں کے نظریات کے برخلاف ثابت کیا کہ کائنات کا مرکز سورج ہے نہ کہ زمین' جس طرح یونانی کہتے تھے' مسلمانوں نے تجربات کی مدد سے ثابت کیا کہ زمین دو قسم کی حرکت کرتی ہے ایک سورج کے تجربات کی مدد سے ثابت کیا کہ زمین دو قسم کی حرکت کرتی ہے ایک سورج کے گرد گھومتی ہے اور دوسرا اپنے محور پر۔

مسلمانوں کے مشہور شاعر اور عظیم ماہر فلکیات عمر خیام نے دنیا میں پہلی مرتبہ ایک مکمل سائنسی اور دنیا کی تاریخ کا صحیح ترین کیلنڈر بنایا جس میں ۵۰۰۰ سال میں صرف ایک دن کی غلطی ہوتی ہے۔ جیسا کہ گیرے گورین کلینڈر کے ۳۳۳۰ سال میں ایک دن کی غلطی ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود مغرب میں عمر خیام کے تیار کردہ صحیح ترین کیلنڈر کی بجائے Gregorian کا ثابت شدہ غلط کیلنڈر استعمال ہوتا ہے اس کے علاوہ مسلمان بہترین حساب دان تھے الجبرا اور ٹریگنو میٹری کے موجد تھے' مسلمانوں ہی کی بصارت نے بصری سائنس بھی ایجاد کی مسلمان سائنس دانوں نے ہی محدب عدسہ بنایا اور روشنی کے انعکاس' انعطاف' رفتار' تیزی اور اس کے پیائش کے اصول مقرر کئے۔ مسلمان کیمیادان اور کیمیا گروں نے بیشمار تجربات کے ذریعے متعدد سائنسی مرکبات اور آمیز ے دریافت کئے جس میں کاربونیٹ آف سوڈا' اسم' بورکس سوہاگا (نمک کی قلمیں) پارہ مرکزی کا بائیو' کلورائیڈ' سلور نائٹریٹ اور مختلف قسم کے تیزاب وغیرہ شامل ہیں' سب سے پہلے مسلمان سائنس دانوں ہی نے عمل تحلیل' عمل تقطیر (یعنی نتھارنے کا عمل) اور عمل ارتفاع (یعنی کسی چیز کو بھاپ میں تبدیل کرنے کا عمل) کے اصول مقرر کئے جو ابھی تک زیر استعمال ہیں۔

ماخوذ از ''اسلام جدید تہذیب کا سرچشمہ''

فرض کی بجا آوری اور مشن کی تکمیل میں جہاں نوردی کے دوران امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ کی نگاہ بصیرت نے کیا دیکھا؟ اچھوتے قلم نے کیسے بیان کیا؟.........

پیش خدمت ہے سفر نامہ

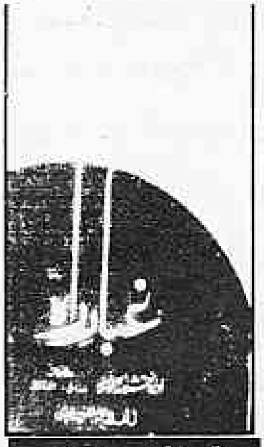

قسط نمبر12

''غبار راہ''

معاشرہ تو روڈ رولر کی طرح چلتا ہے جو چیز سامنے آتی ہے اسے کرش کرتا چلا جاتا ہے۔ معاشرے کا دباؤ باقی دنیا کے لئے لیکن مسلمان کے لئے نہیں۔ اس لئے کہ مسلمان کی فطرت ایسی ہے کہ معاشرے سے کرش نہیں ہوتا بلکہ معاشرے کو توڑ چھوڑ دیتا ہے۔ تم اس سوسائٹی کی بات کرتے ہیں جس کے پاس کھڑا ہونے کی جگہ ہی نہیں۔ معاشرہ تو وہ سخت تھا جب اسلام کا ظہور ہوا۔ جب وہ اکیلے بت کو سجدہ نہیں کرتے تھے بلکہ دوسرے کو بھی کہتے تھے کہ تم اس بت کو سجدہ کرو۔ ورنہ تمہارا سر کاٹ دیں گے جب وہ بُرائی کرتے تھے تو دوسرے کو حکما اس بُرائی پہ مجبور کرتے تھے۔ اس معاشرے میں تو جان ہی نہیں ہے۔ اگر یہ بُرائی کرتا ہے تو خود کرتا ہے' آپ کو مجبور نہیں کرتے اور اپنی بُرائی سے خود تنگ ہیں ان کے پاس کوئی واپسی کا راستہ ہی نہیں۔ معاشرہ تو وہ تھا جب کسی نے لا الہ الا اللہ پڑھا تو اس کی جان کو آ گئی لیکن کیا یہ تاریخی حقیقت نہیں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اکیلے کھڑے ہو کر پورے معاشرے کو چیلنج کر دیا تھا کہ بس بھئی بہت ہو چکی ہے اب رُک جاؤ بلکہ اب تمہیں واپس چلنا ہوگا۔ اور کیا وہاں سے تاریخ کا سائیکل الٹا چلنا شروع نہیں ہو گیا؟ کیا یہ تاریخی حقیقت نہیں ہے کہ دو آدمی مسلمان ہوئے' چار ہوئے' پانچ ہوئے' دس ہوئے ایک ایک دو دو بڑھتے گئے اور معاشرہ اپنی ساری سختی کے باوجود ان کے لئے جگہ پیدا کرتا چلا گیا۔ حتی کہ نصف صدی ختم ہونے سے پہلے پہلے چائنہ سے لے کر ہسپانیہ تک اور سائبیریا سے لے کر جنوبی افریقہ تک ایک مسلم سٹیٹ بن چکی تھی جس میں اللہ کا قانون نافذ تھا' کوئی کسی پر ظلم وزیادتی نہیں کرتا تھا۔ کوئی بے حیائی نہیں تھی' کوئی چوری نہیں تھی' کوئی بدکاری نہیں تھی' کوئی جھوٹ نہیں تھا۔ کوئی ظلم نہیں تھا۔ کوئی جوروجفا نہیں تھی وہ زمین جو تمام برائیوں سے پُر تھی خارزار تھی وہ ایک گلستان میں بدل گئی۔

آج اس میں سے کیا چیز بدلی ہے؟ اس وقت کیا تھا' اللہ تھا' اللہ کی کتاب تھی' اللہ کا رسول ﷺ تھا' اللہ کے بندے تھے۔ ان چار کے علاوہ پانچواں عنصر کیا تھا؟ کچھ بھی تو نہیں تھا کیا اللہ بدل چکا ہے؟ ہرگز نہیں! کیا اللہ کی کتاب معدوم ہو گئی یا بدل گئی؟ بالکل نہیں! وہی ہے جو اس وقت نازل ہوئی تھی۔ کیا نبوت تبدیل ہو گئی ہے۔ وہ نبی نہ رہا کوئی اور نبی آیا؟ نئی نبوت آئی یا کوئی نبوت میں تبدیلی آئی یا اس کی کوئی قوت بڑھا گھٹا دی گئی یا اس کی برکات کچھ تبدیل ہوئیں؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر تبدیلی کیا آئی؟ مومن میں جو اس وقت تھا' وہ آج نہیں ملتا۔ وہ کون تھا؟ میں اور آپ!

جن کو دیکھ کر آپ خوش ہوتے ہیں یہ نوجوان لڑکیاں جو ننگی پھر رہی

ہیں یہ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں' میری اور آپ کی بیٹیاں ہیں۔ ان تک اللہ کا اللہ کے رسول ﷺ کا پیغام پہنچانے کے ہم مکلف ہیں' ہم ان کے ننگے بدن دیکھنے کے مکلف نہیں ہیں ہم ان کے بدن ڈھانپنے کے مکلف ہیں۔ ہم سے یہ حساب ہوگا ہم سے پوچھا جائے گا کہ ان ننگے جسموں کو ڈھانپنے کے لئے ہم نے کیا محنت کی؟ جنہیں دیکھ کر تم کہتے ہو یہ انگریز کی بیٹی ہے' یہ امریکن کی بیٹی ہے یہ سویڈش کی بیٹی ہے یہ ناروے کی لڑکی ہے۔ میں انہیں آدم علیہ اسلام کی بیٹیاں سمجھتا ہوں' میں انہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت دعوت تسلیم کرتا ہوں کیونکہ ان سب کی طرف حضور مبعوث ہوئے ہیں۔

میں اور آپ اگر ان کے برہنہ جسم دیکھ کر انجائے کریں گے تو انہیں اللہ کا پیغام کون پہنچائے گا۔ کافر میں اور مسلمان میں فرق کیا ہوا۔ کیا فرق ہے کافر اور مسلمان میں۔ قد مختلف ہوتا ہے' رنگ مختلف ہوتا ہے' شکل مختلف ہوتی ہے' اعضا مختلف ہوتے ہیں' پیدا ہونے کا طریقہ مختلف ہوتا ہے' غذائیں مختلف ہوتی ہیں' بیماریاں مختلف ہوتی ہیں' عمریں مختلف ہوتی ہیں' کیا اختلاف ہے کچھ بھی تو نہیں! مومن پیدا ہوتا ہے' بچہ ہوتا ہے' لڑکا ہوتا ہے' جوان ہوتا ہے' شادی کرتا ہے اولاد ہوتی ہے' دولت کماتا ہے' گھر بناتا ہے' بوڑھا ہوتا ہے' مر جاتا ہے کافر پیدا ہوتا ہے' بچہ ہوتا ہے' جوان ہوتا ہے' شادی کرتا ہے' گھر بناتا ہے' بچے ہوتے ہیں' مر جاتا ہے۔

فرق کیا ہے؟

کافر مائع کی مثال ہے' کافر کے پاس سٹیبلٹی نہیں ہوتی اثبات نہیں ہوتا۔ کافر ایسے ہوتا ہے جیسے پانی' جس برتن میں ڈالو۔ اُس جیسا ہو جاتا ہے۔ پانی کو گلاس میں ڈالو گلاس کی شکل بنا لے گا۔ بوتل میں ڈالو بوتل جیسی شکل ہو جائے گی۔ گول دیگچی میں ڈالو گول ہو جائے گا۔ کسی چوکور برتن میں ڈالو چوکور ہو جائے گا۔ کافر دنیا میں اس طرح جیتا ہے کہ جس معاشرے میں جاتا ہے اس میں ضم ہو جاتا ہے اس کا اپنا کچھ نہیں ہوتا۔

مومن ٹھوس ہوتا ہے۔ ٹھوس جو ہوتے ہیں وہ ڈھلا نہیں کرتے جہاں جاتے ہیں' وہاں ویسی جگہ بنانی پڑتی ہے جہاں وہ ٹھوس چیز رکھی جائے یا وہ ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں' ڈھلتے نہیں ہیں۔ خود ٹوٹ جاتے ہیں یا اس جگہ کو توڑ کر اپنی جگہ بنا لیتے ہیں۔ مومن یا تو شہید ہو جاتا ہے ورنہ دوسروں کو ایمان عطا کر جاتا ہے اگر مومن بھی ہر معاشرہ میں ڈھلنا شروع ہو گیا تو فرق بتایئے مومن اور کافر کا۔ صرف یہ کہہ دینا کہ ہم مسلمان ہیں' اس سے کیا فرق پڑے گا۔ دو آدمی ہیں' دونوں نے کھانا نہیں کھایا۔ ایک کہتا ہے میں نے نہیں کھایا اور ایک کہتا ہے میں نے کھا لیا ہے' نتیجے میں کیا فرق پڑے گا۔ صرف یہ کہہ دینے سے مسلمان مسلمان نہیں ہو جاتا۔

وہاں جس بات نے مجھے بہت دکھ پہنچایا۔ جس کی شکایت میں لکھوں گا اور ملک کے چپے چپے میں پھیلاؤں گا۔ وہ شکایت مجھے کافروں سے نہیں ہے' عام مسلمانوں سے نہیں ہے بلکہ مذہبی پیشواؤں سے ہے' پیروں سے ہے علماء سے ہے ان مسلمانوں کو دیکھا ہے اگر وہ نام نہ بتائیں تو آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ ہندو ہے' عیسائی ہے یہودی ہے یا مسلمان ہے' ان غریبوں سے یہ دونوں ہاتھوں سے ڈالر لوٹ رہے ہیں لیکن انہیں اللہ کا دین نہیں بتاتے بلکہ اُن کا ایمان خراب کرتے ہیں انہیں مساجد میں لڑاتے ہیں اور وہاں بھی یہ فتنہ لے جاتے ہیں۔ نیوجرسی میں پاکستان کا بیٹھا ہوا مولوی تقریر کر رہا ہے۔

''اے نبی کو اپنے جیسا بشر ماننے والو!''

خدا کے بندے! یہاں تو لوگ خدا کو نہیں مان رہے اور اگر آٹھ یا دس مسلمان مسجد میں بیٹھے ہیں اور نیوجرسی اتنا بڑا شہر ہے کہ یہاں سے لے کر آپ دس بارہ میل تک چلے جائیں یا اس سے زیادہ تو اتنی بڑی

آبادی ہے اور اتنی بڑی آبادی میں آٹھ یا دس آدمی مسجد میں بات سننے آئیں تو انہیں بنیاد بتاؤ اسلام کی انہیں صحیح' صاف' ستھری تعلیم دو' اللہ پر ان کا اعتماد قائم کرو' انہیں پھر آپس میں لڑا رہے ہیں؟

ان کا کردار یہ ہے کہ لاہور کے ایک مولانا نیویارک تشریف لے گئے۔ تین دن پہلے اس خدا کے بندے نے ان سے زبردستی رمضان ختم کرا دیا رمضان ختم ہو گیا چلو عید پڑھو۔ جو لوگ اعتکاف بیٹھے تھے' انہیں اٹھا دیا' رمضان ختم ہو گیا۔ تقویم کا حساب لگا لیا۔ تقویم سے مجھ آ گئی ڈالر لئے' عید پڑھائی' دوسرے دن برطانیہ پہنچ کر عید کا اعلان کر دیا اور عید کی نماز پڑھائی۔ آپ ان کا ایمان دیکھیں وہاں سے پیسے لئے اور تیسرے دن فلائی کر کے عید بچوں کے ساتھ لاہور کی اور یہاں بھی عید کی نماز پڑھائی اور پیسے لئے۔

آپ ان ظالموں سے پوچھیں جو نماز سال میں ایک دفعہ پڑھائی جاتی ہے ایک ہفتے میں ایک آدمی اس کی تین دن امامت کیسے کرتا ہے' یہ کونسی شریعت ہے' کونسا دین ہے' کونسی فقہ ہے اور یہ کہاں کا انصاف ہے اور پیروں کا کردار اس سے زیادہ گیا گزرا ہے۔

کوپن ہیگن میں مسلمانوں کی دکانیں ہیں شراب کی۔ ہر قسم کی شراب بکتی ہے وہ کھول کر نہیں بیچتے۔ میں نے کہا' کیوں بھئی! کیا پرابلم ہے؟ کہنے لگے' وہ بھئی! پیر صاحب نے منع کیا ہے کھول کر بیچنا گناہ ہے' بند بوتل بیچنے میں گناہ نہیں ہے۔ اس کو یہ بھی احساس نہیں کہ تمہیں جو پیسے دیتے ہیں۔ یہ بھی تو اسی حلال کمائی سے آ رہے ہیں اگر انہیں حلال حرام سے کوئی غرض ہو۔ آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ یہ لوگ کتنا ظلم کرتے ہیں' کہتے ہیں' ''ہمیں پیسے دیتے رہو!'' میں سمجھتا ہوں خود ان کا آخرت پر' خدا پر سرے سے ایمان ہے ہی نہیں۔ یہ دوسروں کو ایمان کیا دیں گے۔ جو آدمی چند ٹکے کے لئے یہ فتوی دیتا ہے کہ شراب کی بند بوتل بیچنا جائز ہے۔ اسے یہ تو بتاؤ کہ یہ حرام ہے اگر کر رہے تو اس بات کے قائل رہو کہ یہ گناہ تو ہے شاید وہ کبھی چھوڑ بھی دے۔ کہتے ہیں تم تو بوتل بیچ رہے ہو' شراب تو بند ہے شراب تو نہیں بیچ رہے ہو۔ تو اس بوتل کا بیچنا حلال ہے؟ اندازہ کر لو جواز کا۔

اب ہم ان سے اصلاح کی کیا امید رکھیں۔

کافر دین کی بات سننا بھی چاہتے ہیں' بات کرنا بھی چاہتے ہیں لیکن مولوی اور پیر' پاکستان سے لے کر دوسرے سرے تک نہ ہماری بات سننا چاہتے ہیں نہ ہم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ سب سے زیادہ رکاوٹیں دین کی راہ میں' تبلیغ کی راہ میں' نام نہاد مولویوں اور نام نہاد پیروں کی طرف سے ہیں' میں سب علما کو تو نہیں کہہ سکتا' علما میں نیک بھی ہیں' پیروں میں نیک لوگ بھی ہیں لیکن مجھے نیک لوگوں سے بھی یہ شکوہ ہے کہ نیک لوگوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے اور میدان بدمعاشوں کے سپرد کر دیا ہے' خدا ان کو بھی معاف نہیں کرے گا ہمیں میدان میں نیک لوگ نظر نہیں آتے۔ یہ اپنے اپنے کونوں میں اپنی جان بچا کر بیٹھے ہیں جو کبھی نہیں بچے گی کہ یہ بھی مکلف ہیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے یہ کیوں میدان میں نہیں آتے۔ کونے میں بیٹھ کر تسبیح پڑھنا تو کوئی کمال نہیں ہے البتہ پیرس کے بالی ڈے ان میں رہ کر باجماعت نماز پڑھنا مسلمان کی نشانی ہے۔

(جاری ہے۔)

☆☆☆☆☆☆☆

اطلاع

آڈیو کیسٹس .... ویڈیو سی ڈیز

ہم نے لاہور سے آڈیو کیسٹس اور ویڈیو سی ڈیز کی ڈاک کے ذریعے سپلائی کا باقاعدہ آغاز کر دیا ہے۔ احباب منی آرڈر یا کسی دوسرے طریقے سے رقم بھجوا کر اپنی ضرورت کے مطابق آڈیو کیسٹس یا ویڈیو سی ڈیز منگوا سکتے ہیں۔ اگر احباب کو آڈیو کیسٹس یا ویڈیو سی ڈیز کے متعلق کوئی شکایات ہوں یا تجاویز بھجوانا چاہیں تو وہ بھی ارسال کر سکتے ہیں۔

رحمت اللہ ملک۔ 6- مزنگ روڈ لاہور۔ فون نمبر 042-7310974-5

ہمارا مشن دنیا کو چھوڑ کر بیٹھے رہنا نہیں
ہے بلکہ یہ دنیا ہمارے رب کی ہے اس نے ہم سب کو
رہنے کے لئے دی ہے اور ہمیں اسے سنوارنے کے لئے بھیجا
ہے۔ ہمارا مشن یہ ہے کہ ترک دنیا کی بجائے ہم اس دنیا کو استعمال
کریں جس کے لئے یہ بنی ہے اور جو قاعدہ رب کریم نے اسے
استعمال کرنے کا ارشاد فرمایا ہے تاکہ دنیا پر یہ ثابت ہو جائے کہ اسلام
یا ذکر الٰہی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے۔ یہ پستیوں سے اٹھا
کر عظمتوں سے آشنا کرنے کا آسان ترین راستہ اور مختصر
ترین زینہ ہے۔

کنز الطالبین

یونیک انٹرنیشنل گارمنٹس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

یو کے ہوزری پل کوہیاں سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2664028 041-2665971

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج اقبال کے شاہینوں کا مسکن

راولپنڈی بورڈ اور پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق شدہ

مسلسل دس سال راولپنڈی بورڈ سے پوزیشن لینے والا واحد ادارہ

صقارہ

کیڈٹ کالج

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

- پری کیڈٹ (ساتویں)
- آٹھویں تا دسویں
- پری انجینئرنگ
- ایف ایس سی
- پری میڈیکل

پراسپیکٹس

کالج آفس سے دستیاب ہے بذریعہ ڈاک 200 روپے کا پوسٹل آرڈر یا بینک ڈرافٹ بنام پرنسپل صقارہ کیڈٹ کالج بھیج کر منگوایا جا سکتا ہے۔ میٹرک میں A گریڈ میں کامیابی کی توقع رکھنے والے طلباء اپنے ادارے کے سربراہ سے تصدیق کروا کے درخواست دے سکتے ہیں۔ فرسٹ ائیر کی کلاسز 15 مئی سے اور باقی کلاسز 7 اپریل سے شروع ہونگی

سیشن 2007

درخواست کی آخری تاریخ 28 فروری

محل وقوع

صقارہ کیڈٹ کالج دارالعرفان منارہ ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال فون نمبر 0543-562222 562200

that they always undergo similar experiences. Whenever any member of the Order engages in Zikr in any corner of the world, he instantly starts receiving the spiritual attention (Tawajjuh) of the Mashaikh. Now, it shall be up to him to absorb that Tawajjuh in his Lataif. The more he coordinates his breath, body movement and mental concentration, the greater shall be his absorption, and the more he absorbs the greater would be the flow of lights towards him.

That, in brief, is our method of Zikr. Those who hold the Robe of Permission (Sahib-e Majaz) and others who conduct Zikr sessions need most to understand the whole process properly. I have heard them explain different methods based on their own understanding and interpretation. Those who are present should listen carefully and convey to others that we do Zikr *with* the heart and *not* with the breath: we breathe quickly to generate heat in the blood to absorb Divine Lights. The mind also joins the process by modulating '**Allah** Hu' on every breath. If the mind is inattentive, the capacity of absorption decreases and the desired result is not achieved. It should be understood that reward and inner feelings are two different entities. A person who offers Salah according to its prescribed form at its proper time, even under compulsion and with total absence of mind and heart, will still merit some Divine reward for fulfilling a religious obligation. But it is an entirely different experience to receive and absorb Divine lights related to this sublime worship. If anyone wants to feel and enjoy the Divine Presence in each moment of his Salah, he shall certainly need to devote greater attention and effort. Similarly, we don't only expect a reward for **Allah**'s Zikr: we also wish Divine Communion and long for the Light of **His** Countenance. We aspire to realise Divine Presence as stated by the Holy Prophet^(saws), "Worship **Allah** as if you see **Him**." We want to experience and eternalise the observation of the Divine Beatitude. The person, who doesn't want it, naturally doesn't have to put in any extra effort.

Allah has not ordained any particular method of Zikr. *'Those who remember* ***Allah*** *standing sitting and reclining'* (3:191). There shall only be one restriction: any form of Zikr which prejudices any religious injunction or causes any distraction or disturbance for others is not allowed. All methods of Zikr, except those particularly prohibited by the Holy Prophet^(saws), are permitted: nobody has the right to object to any of these. The Mashaikh of various Orders adopted different methods considering their relative usefulness in the light of their experiences. It is not proper to criticise any method that is within the prescribed limits of Shari'ah. We have no right to criticise others and similarly, nobody has the right to criticise us. It is necessary to criticise and stop anyone who crosses the religious limits under the pretext of Zikr but it is equally improper to object for the sake of objection. We are not obliged to satisfy such critics, nobody has the time and energy to tell and teach someone who doesn't want to know and learn.

Avoid such frivolity and devote your full attention to Zikr by your heart. Concentration, breathing and body movement should be rhythmically combined. ***Allah*** should accompany each in-going breath to the depths of the heart and *Hu* should strike the Latifah under Zikr with each out-going breath: that is a simple way to explain our method of Zikr. Don't lose your attention or go to sleep during Zikr: that precludes beneficence and interrupts the flow of Barakah. Do the Zikr attentively, vigorously, with speed and strength: greater absorption will attract far greater blessings.

May **Allah** be with you and protect you. Ameen.

Now you may ask, 'If we do Zikr with the heart, then why do we breathe vigorously?' The reason is simple, the absorption of Divine lights in the blood is directly related to the body's temperature; cold bodies do not absorb these lights. Someone may give spiritual attention to a dead person and illuminate each cell of his body, but as soon as this attention is withdrawn, all of the lights would be instantly gone, because the body has lost its heat. Similarly is the case of a living person, the heat already present in the body is not sufficient to accept and absorb these lights. If you breathe normally during Zikr, you would require considerable time, probably years, to absorb the lights and illuminate your Lataif. That too, if you engage in constant Zikr and your teacher possesses adequate spiritual power. "*The fountain must contain sufficient water to saturate the flowerbed.*"

The Owaisiah Order has the closest and most direct connection with the Holy Prophet[saw] and enables the seeker to access and absorb unlimited Barakah. Therefore the Mashaikh (spiritual teachers) of this Order have prescribed that the seeker should breathe rapidly and vigorously to generate sufficient heat in the blood to illuminate, not one but all of the Lataif in a single Zikr session. It is not possible to hear ***Allah Hu*** in the sound of the breath. We breathe freely, and spiritually perceive that each breath is carrying the word ***Allah*** inside and bringing the word *Hu* out. The vigorous breathing, coupled with body movement and mental concentration, generates ideal conditions for the heart's Zikr. Unless these three factors combine rhythmically, one doesn't fully benefit from Zikr. The absurd criticism of ignorant people about our method of Zikr does not merit any consideration because such critics do not possess the basic knowledge and understanding of Zikr. It requires a thorough knowledge of a subject to fully comprehend its details and to generate meaningful criticism.

I am addressing those who are blessed by **Allah**'s grace, and emphasise that Zikr is not done *with* the breath but *by* the heart. The breath is drawn in vigorously to generate heat in the blood, and complete attention is to be focused on Zikr; that is important. Otherwise you would be physically engaged in Zikr but mentally wandering elsewhere. The rhythm of body movement and mental concentration both combine with the heat generated by vigorous breathing to absorb the Barakah of the Shaikh in each cell of the body. For that reason, all distracting acts are prohibited during Zikr. If someone loses concentration or starts coughing or speaking or reciting Quranic verses or poetry during Zikr, the flow of Divine lights is immediately interrupted. Therefore, it is extremely important to perform Zikr attentively and silently. One's entire attention should be focused on the breath taking the word ***Allah*** inside and bringing the word *Hu* out.

I was amazed to hear someone explain the method as, "Raise the word ***Allah*** from your heart up to the heavens and strike *Hu* down on your heart", this is absolutely wrong! Our Zikr method is very simple, each inhalation takes the word ***Allah*** inside and every exhalation brings out *Hu* to strike the Latifah under Zikr, while vigorous and fast breathing generates heat in the body. At times, one feels disturbed by the heat and coughs or speaks to lessen its effect; while such acts and distractions no doubt reduce the heat, they also decrease the absorption of Divine lights. Heat is necessary to weld pieces of metals like iron and gold or melt them for fusion. Similarly, a certain degree of body heat is required to absorb **Allah**'s lights that actually belong to the Ruh (the Spirit), the body serves only as its abode. Unless the body absorbs these lights, the Ruh cannot be illuminated and conversely, a radiant Ruh lights up the body. It just cannot happen that one of them is bright and the other is dark. They are so intimately united

bestows the vision to observe **His** greatness in every creation. Just by looking at a product you can appreciate the wisdom and ingenuity of the designers of cars, watches, houses and other machines; similarly, the lights and blessings of **Allah**'s constant Zikr enlighten the human heart to observe Divine Glory in each straw and particle, the change of seasons, the movement of celestial bodies, the rise and fall of nations. All events of the world portray different shades of Divine Greatness before mankind. To observe the Creator in creation, however, one should be necessarily blessed with Prophetic beneficence gained through **Allah**'s constant Zikr.

According to the Quran, the miraculous properties of the earth, the sky shading-over without support, the innumerable species of creatures residing within, the alternation of day and night and the unfailing, vast, miraculous universal system, all point towards the greatness of their Creator; but only for the one blessed with wisdom. *"Those who constantly remember **Allah**, standing, sitting or reclining."* A human being will always be in any one of these postures. This Divine verse implies that they are always engaged in **Allah**'s Zikr under all conditions, at all times. Religious scholars have thus concluded that this verse doesn't refer to oral Zikr because the tongue cannot do **Allah**'s Zikr all of the time; it has to translate many other human requirements, besides doing Zikr. Even if a person doesn't speak a word other than **Allah**'s Zikr, his tongue will certainly remain quiet during his sleep. The only organ that can permanently perform **Allah**'s Zikr is the human heart and only Zikr-e Qalbi (Zikr by the heart) can fulfil the condition of constant Zikr. Once the heart learns **Allah**'s Zikr, it never stops at any time, under any circumstances. During the time of the Holy Prophet^SAW^, a moment of his company was enough to acquire this blessing. His Companions similarly blessed the Taba'in and they in turn passed these blessings to the Tab'a Taba'in. The mere company of these exalted souls was sufficient to transfer this blessing or Barakah to their visitors. No further effort was required to achieve this excellence. However, after this glorious era, the strength of the teacher and absorption of the seeker both decreased. It therefore became necessary, as determined by the Mashaikh (spiritual teachers) that the teacher and the student must sit together. The teacher should perform Zikr on his Lataif and focus the Divine lights attending him, towards the seeker. This process is known as Tawajjuh (spiritual attention). The Holy Prophet^SAW^ didn't require giving any special, conscious attention to any one. The sun doesn't have to make any effort to deliver its light; a person has only to come out to receive it. Similarly, the Holy Prophet^SAW^ didn't have to make any particular effort to give spiritual attention; the seeker had only to come to him to receive Prophetic Barakah. This spiritual power was retained by the Companions, the Taba'in and the Tab'a Taba'in, whereupon ended the period of automatic transfer of these blessings. Now a seeker had to strive hard to acquire them. The teacher and the seeker both engaged themselves in Zikr, the former gave spiritual attention and the latter tried to absorb the Barakah in his heart.

The *Mashaikh* adopted different methods of Zikr. The method adopted by our Order is called *'Pas Anfas'* or 'The Guarded Breath'. Each ingress should carry the word '**Allah**' to the core of heart and every egress should bring the word 'Hu' out to strike the heart or the desired *Lataif*. That would create a rhythm of ***Allah Hu*** in every breath. You should however, not try to make these words with the sound of your breath, because the Zikr is not done with the breath. Do take a careful note that we do breathe vigorously, but perform Zikr with the heart only. Zikr is always done *with* the heart and *never* with the breath - breathing is one of the means.

THE METHOD OF ZIKR

Translated Speech of

His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan

Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

According to the Quran, the entire creation bears witness to **Allah**'s Magnificence. Each element and every particle of this universe is a masterpiece of creation and a marvellous manifestation of **Allah**'s Greatness. **His** Glory expresses itself generously and overtly in the innumerable species of creation. The earth and the heavens, along with their peculiar characteristics, and the creation they sustain, under regular systems and patterns set since the Beginning, contain innumerable signs pointing towards **Allah**'s Greatness. Why then, despite this explicit expression, does the majority of mankind fail to envision **His** Greatness, feels no attraction towards **Him,** rather disregards **His** authority?

Allah has answered this question **Himself**, in that it requires a certain level of vision and wisdom to see, understand and correctly interpret these signs; this vision, perception and wisdom is produced by **Allah**'s Zikr. The brain is a material creation; therefore, it can only perceive and address something tangible. It can discover the properties of various objects and blend them to make something new, *i.e.*, mixing colours to create a rainbow, mixing different ingredients in a specific ratio, to prepare delicious foods. It can arrange bricks and mortar to make beautiful houses, or assemble various parts and invent machines. The brain can discover the needs and realise the comforts of its own body, and can also suggest the means to do so. It can also diagnose diseases of its body and even its own diseases, and recommend their cures. In short, it can address everything that is associated with matter. But it cannot perceive anything beyond the Realm of Creation, like the Divine Being, Divine Attributes, or other sublime realities. If the intellect could perceive them, it would be possible for every human being to realise Divine Greatness and there would be no further reason or requrement to depute Prophets.

A human being can attain to any level of material progress and excellence but he can never comprehend the sublime truths of the Transcendent World, such as the Hereafter, Angels, Reward or Retribution. Nor can he answer the most basic questions embedded in his subconscious about his own origin and destination. Where do billions of these people come from and wither do they perish after death? The human intellect simply has no answer! These fundamental issues were discussed only by Prophets who provided their logical and satisfactory answers, easily understood and accepted by the human intellect. Religion most naturally and effectively satiates the whole range of intellectual scrutiny; therefore, Islam is the most natural and logical of religions. But human intellect cannot discern the sublime wisdom and reason of religion, without Prophetic blessings, which unveil Transcendental truths to be perceived and accepted by intellect. Only Prophetic lights can establish the Lord-human relationship through continuous Zikr of **Allah**.

It is not possible to fully comprehend the blessings and beneficence of the Holy Prophet[saw]. A glimpse of his greatness is reflected in the fact that his company instantly infused **Allah**'s Zikr in each cell of a believer's body. Every drop of blood, every limb and the entire skin of a believer's body was charged with **Allah**'s Zikr. The Quran describes the condition of his[saw] Companions, *"So that their flesh and their hearts soften at **Allah**'s remembrance."* (39:23). It means that each cell of their bodies, from their outermost skins to the core of their hearts, started remembering **Allah**. Indeed, it is **Allah**'s Zikr that